اللہ

کے احکام

مرتبہ

…انذر احمد

2939

2939

ناشر مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر۔ لاہور

حافظ نذر احمدؒ کی چند دُوسری کتابیں

تاریخ و جائزہ

۱- جائزہ مدارسِ عربیہ مغربی پاکستان ۱۹۶۰

۲- جائزہ مدارسِ عربیہ مغربی پاکستان ۱۹۷۲

۳- ارضِ مقدّس

اسلامیات

۴- فلسفہ نماز

۵- مطالعہ قرآن و حدیث

۶- اسلامی نظام زندگی

۷- اربعین نوویؒ

۸- طِبِّ نبویؐ

حج ڈائری

رہنمائے حج

۹- اشاریہ تفسیر ماجدی

قدیم نصاب اسلامیات

۱۰- اسلامیات بی اے

۱۱- اسلامیات ایف اے (انتخابی)

۱۲- کتاب اسلامیات میٹرک (پشاور)

۱۳- مکمل سیٹ مڈل و پرائمری کلاسز

ادب و ادبیات

۱۴- مقالات یوم شبلی

۱۵- فرہنگ عصریہ (مسودہ)

۱۶- کنوینشن اور غاریں (مسودہ)

مسلم اکادمی

۲۹ محمد نگر۔ علامہ اقبال روڈ۔ لاہور ۱۸

۲

Marfat.com

باسمہ سبحانہ

بچوں کے لیے

اللہ کے حکم

{ ۴۰ امر
۴۰ نہی }

مرتبہ: حافظ نذر احمد

ناشر
مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر لاہور
برائے
تعلیم القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ چھاؤنی

Marfat.com

85963

کتاب : اللہ کے احکام

مؤلف : حافظ نذر احمدؒ
پرنسپل شبلی کالج، لاہور

اشاعت : ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ
مئی ۱۹۷۳ء

صفحات : ۹۶

قیمت : ~~ایک روپیہ بیس پیسے~~ 2/-

تدریس القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ چھاؤنی کی طرف سے
حسبۃً لِلّٰہ

ناشر : مسلم اکادمی
نذر منزل ۲۹/۱۸ محمد نگر۔
لاہور

طابع : مسعود پرنٹرز، لاہور

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

ونصلی ونسلم علیٰ رسولہٖ وحبیبہٖ محمد خیر الخلائق اجمعین

اسّی ارشاداتِ الٰہی پر مشتمل چند صفحات کا یہ کتابچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بچوں کے لئے، ان کے حسبِ حال، اور ان کی زبان میں ۴۰ اوامر اور ۴۰ نواہی پیش کئے گئے ہیں۔ مخدوم و محترم الحاج شیخ محمد یوسف سیٹھی صاحب صدر تعلیم القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ چھاؤنی کے ایماء اور مشورہ سے بندہ نے اس کام کا آغاز کیا۔

الحمدللہ اس وقت تک کئی درجن کتابیں لکھ چکا ہوں، جب یہ لکھنے بیٹھا تو اسے بالکل آسان کام سمجھا، لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے لئے یہ انتہائی دشوار کام ثابت ہوا۔ کلام اللہ میں سے ۸۰ احکام کا انتخاب کرنا، اور باقی کو چھوڑ دینا، اور یہ طے کرنا کہ کس امر اور کس نہی کو شامل کروں؟ پھر کس کو مقدم رکھوں، اور کس کو بعد کے صفحات میں لکھوں؟ میری قوتِ فیصلہ سے باہر ثابت ہوا۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ کا ہر امر ضروری، اور ہر نہی لازمی ہے۔ کسی امر و نہی کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں، اور کسی ارشادِ الٰہی کو کم اہم سمجھنا کسی طور جائز نہیں۔

یہی گذارش قارئین کرام، اپنے عزیز اور پیارے بچوں سے ہے۔ یہ ۸۰ ارشاداتِ الٰہی بچوں کی عمر، استعداد، اور فوری توجہ کو سامنے رکھتے ہوئے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ پورے کلام اللہ کو سینے سے لگایئے، از اوّل تا آخر زندگی کے معمول میں داخل کیجئے۔ کہ یہی سب سے آسان اور محفوظ طریقہ ہے۔ اور اس کے بغیر دنیا و آخرت میں کہیں بھی اور کسی کی بھی کامیابی ممکن نہیں۔

کتاب میں ہر امر و نہی کو پوری احتیاط اور حوالے کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی ہر آیت کے بعد سورۃ کا نام۔ سورۃ کا نمبر۔ اور آیت کا نمبر درج ہے۔

اللہ کریم ہمیں اپنے کلام برحق کا فہم عطا فرمائے اور اپنی مرضی و منشا کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے ——— وبیدہ التوفیق

یکم محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

۵ فروری ۱۹۷۳ء

حافظ نذر احمد

Marfat.com

پیش لفظ

از حضرت مولینا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب مہتمم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

موجودہ زمانے میں جس انداز سے اسلام کی قدروں کی پائمالی ہو رہی ہے - وہ انتہائی تشویشناک ہے۔ جس کے اثرات زیادہ تر قوم کے نونہالوں میں پائے جاتے ہیں - ان کے معصوم اذہان کے اندر ابتداء ہی سے جو زہر گھولا جاتا ہے وہ مستقبل قریب ہی میں ان کی قومی غیرت کو مفلوج کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ موجودہ نصاب تعلیم کی خرابی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف بے راہ روی کا ماحول پھیلا ہوا ہے - اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ بچوں کے ذہنوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی سے پوری طرح منور کیا جائے۔

محترم جناب حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج کا ۸۰ آیات قرآنیہ کا مفید ترین انتخاب جوں جوں پڑھتا گیا حافظ صاحب کی شخصیت ایک سچے مصلح قوم اور پُر خلوص ہمدردِ ملت کی حیثیت سے نمایاں ہوتی رہی - ان کا سوزِ قلب کتاب کے ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے - اس کتاب کے ہر عنوان کو گھر کا ہر فرد ابتداء تا انتہا زبانی یاد کر لے پھر محاسبہ بھی کرتا جائے کہ آج میں نے اپنی زندگی کو اس کے مطابق کتنا ڈھالا ہے۔ کتاب انتہائی مفید اور عملی زندگی کے لئے مشعلِ راہ ہے - اللہ تعالیٰ اس کوشش کو جملہ مسلمانوں کے لئے آخرت کا سرمایہ بنائے ـــــ

Marfat.com

مقدمۃ الکتاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا کو جس قدر نعمتیں دی گئی ہیں، ان کے دو سر چشمے ہیں۔ قرآن کریم اور سنتِ ختم نبوّت، اِن دو سرچشموں سے جو دین تیار ہوا ہے وہ "دین اسلام" ہے، اسلام وہ اعلیٰ ترین دین ہے جس میں ساری کائنات کا مفاد پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور جس سے ہر دور کے سارے انسان رہنمائی پا سکتے ہیں۔

اسلام کے راہنما اصولوں سے عملی طور پر صحابہ کرام کا ایک مثالی معاشرہ قائم ہوا اور اس سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ نوع انسانیت کے لئے دائمی امن و سلامتی کا ضامن صرف اسلام ہے، اور "اسلام" کے ہوتے ہوئے اب کوئی دوسرا دین قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہوا کہ قیامت تک اس دین اسلام کو محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔

"اسلام" کی حفاظت اور دوام و بقا کی ذمہ داری اور اس کی اشاعت و دعوت کا فریضہ اللہ تعالیٰ نے تنہا امتِ مسلمہ کو سونپ دیا ہے۔ اب اسلام کی حامل امت مسلمہ کا فرض قرار پایا کہ وہ اپنے نبیؐ کی پیروی میں ساری دنیا کی قوموں کے سامنے دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور نوعِ انسانی کی صلاح و فلاح کا ذمہ لے۔

خیر القرون یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے مبارک دور تک یہ فرض پورا ہوتا رہا، جس کے طفیل ایک ہزار سال تک اُمت مسلمہ کی شان و شوکت کا وہ عالم تھا کہ پوری دنیا میں کوئی قابلِ ذکر سلطنت ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کے زیرِ اثر نہ ہو۔ ؎

رُکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

صالحین و مصلحین کا وجود ہر دور میں رہا لیکن آج نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ کچھ مسلمان زادے

Marfat.com

اپنے آپ کو مسلمان کہلانے شرماتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہر طرف سے مسلمانوں پر فتنوں کے طوفان گر رہے ہیں۔

برصغیر کے آخری عہد میں اللہ تعالیٰ نے خاندان ولی اللّٰہی کو قطبیت عطا فرمائی تھی اور اصلاح امت کی خدمت اس خاندان کے سپرد ہوئی تھی۔ اس خاندان کی تصنیفی خدمات رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ اس خانوادہ کا فیض ہے کہ آج تک علماء امت لادینیت اور دہریت کے فتنوں کی سرکوبی کر رہے ہیں۔ اسلام کے احیاء کے لئے علمی پہلو کے ساتھ ساتھ عملی پہلو از بس ضروری تھا، یہ کام اللہ تعالیٰ نے اسی خاندان سے فیض یافتہ ایک شخصیت حضرت شاہ محمد الیاس دہلویؒ سے لیا۔ جنہوں نے عملی پہلو کے اعتبار سے "دعوت الی اللہ" کا بھولا ہوا سبق امت کو پھر سے یاد کرا دیا۔ بفضلہ تعالیٰ اس دینی تحریک کے ثمرات و نتائج بھی عرب و عجم میں سامنے آ رہے ہیں (اللّٰھم زد فزد) ہمارے معاشرہ کے بگاڑ کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نئی نسل کی تربیت سے یکسر غافل ہیں حتیٰ کہ دیندار طبقہ بھی اپنے گھر کی اصلاح سے لاپرواہ ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تاریک مستقبل سے بچنے کی کیا صورت ہو؟ وہ صرف یہ ہے کہ نئی نسل کی تربیت کی طرف توجہ دی جائے اور حاضر میں یہ کام اللہ تعالیٰ نے الحاج سیٹھی محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم سے لیا ہے۔ جنہوں نے عرب و عجم میں قرآنی مکاتب کا جال پھیلا کر نئی نسل کو قرآن کریم سے لگا دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کی اصلاح کے لئے تالیف و تصنیف کے مبارک باب کا آغاز کیا۔

اس مقصد کے تحت بچوں کو قرآنی اوامر و نواہی سے آشنا کرنے کے لئے جناب حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور کی ذات گرامی نے قلم اٹھایا۔ حافظ صاحب کی شخصیت علمائے دین میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف قبل ازیں متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں۔ پیش نظر کتاب اُن کا تازہ شاہکار ہے، اس کتاب کو میں نے ابتدا سے انتہا تک دیکھا۔ فاضل مؤلف نے بچوں کے لئے پہلے پہل جن اوامر و نواہی کا انتخاب کیا ہے، نہایت مناسب ہے، آیات کی تشریح و تفسیر آسان پیرائے میں کی گئی ہے۔ عبارت سادہ اور سلیس ہے۔ انداز مثبت اور دل نشیں ہے، مضامین صحیح ہیں ـــــ فاضل مؤلف کی یہ کاوش ہر لحاظ سے مفید ہے لیکن بالخصوص بچوں کو قرآنی احکام کے قریب کرنے میں زیادہ معاون ہوگی، اللہ تعالیٰ محترک اور مؤلف دونوں کی مساعی جمیلہ کو بارآور کرے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

امیدوار رحمت

(حضرت مولانا) چن پیر الہاشمی عفی اللہ عنہ۔ حریلیاں۔ ہزارہ

Marfat.com

فہرست
اوامر

نمبر شمار		صفحہ
۱	میرے راستہ پر چلو	۱۳
۲	اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ	۱۴
۳	قرآن مجید پڑھا کرو	۱۵
۴	قرآن پاک کر خوش ہوں	۱۶
۵	اللہ رسولؐ کی اطاعت کرو	۱۷
۶	اللہ سے مانگو	۱۸
۷	اللہ سے ڈرو	۱۹
۸	اللہ پر بھروسہ رکھو	۲۰
۹	نماز قائم کرو	۲۱
۱۰	تم پر روزہ فرض کیا گیا	۲۲
۱۱	حج کس پر فرض ہے ؟	۲۳
۱۲	جہاد میں شریک ہو	۲۴
۱۳	حلال اور پاک چیزیں کھاؤ	۲۵
۱۴	صبر سے کام لو	۲۶
۱۵	اچھے کام کرو	۲۷
۱۶	نیکیوں میں سبقت لے جاؤ	۲۸
۱۷	پاک صاف رہو	۲۹
۱۸	اللہ کا شکر ادا کرو	۳۰
۱۹	انشاء اللہ کہا کرو	۳۱
۲۰	اپنی نگاہیں نیچی رکھو	۳۲
۲۱	حسنِ سلوک کرو	۳۳
۲۲	والدین سے اچھا سلوک کرو	۳۴
۲۳	گھر میں سلام کر کے داخل ہو	۳۵
۲۴	چال میں اعتدال رکھو	۳۶
۲۵	ہولے سے بولو	۳۷
۲۶	مشورہ سے کام کیا کرو	۳۸
۲۷	درگذر کیا کرو	۳۹
۲۸	وعدے پورے کرو	۴۰
۲۹	جاہلوں سے کنارہ کر لو	۴۱
۳۰	جو کہتے ہو کرتے کیوں نہیں ؟	۴۲
۳۱	سچی سیدھی بات کرو	۴۳
۳۲	دین کی تبلیغ کیسے کرو ؟	۴۴
۳۳	اچھے کاموں کا حکم دو	۴۵
۳۴	افواہ کی تصدیق کر لیا کرو	۴۶
۳۵	لڑنے والوں کی صلح کرا دیا کرو	۴۷
۳۶	انصاف کرو	۴۸
۳۷	مجلس کے آداب کا لحاظ رکھو	۴۹
۳۸	یتیموں کی خیر خواہی کرو	۵۰
۳۹	مقروض کو مہلت دو	۵۱
۴۰	پورا تولو، پورا ناپو	۵۲

Marfat.com

نواہی

نمبر شمار		صفحہ
۱	شرک نہ کرو	۵۵
۲	اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو	۵۶
۳	شہید کو مُردہ نہ کہو	۵۷
۴	جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار نہ کرو	۵۸
۵	حلال کو حرام نہ بنالو	۵۹
۶	قسم نہ توڑو	۶۰
۷	بے حیا نہ ہو جاؤ	۶۱
۸	بدظنی سے بچو	۶۲
۹	غیبت نہ کرو	۶۳
۱۰	جھوٹ نہ بولو	۶۴
۱۱	غرور نہ کرو	۶۵
۱۲	شیخی باز نہ بنو	۶۶
۱۳	اکڑ کر نہ چلو	۶۷
۱۴	کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے	۶۸
۱۵	کسی پر تہمت نہ لگاؤ	۶۹
۱۶	کسی کا نام نہ بگاڑو	۷۰
۱۷	کرید نہ لگایا کرو	۷۱
۱۸	کانا پھوسی نہ کرو	۷۲
۱۹	اپنی خیرات ضائع نہ کرو	۷۳
۲۰	فضول خرچی نہ کرو	۷۴
۲۱	بخیل نہ بنو	۷۵
۲۲	خیانت نہ کرو	۷۶
۲۳	سائل کو نہ جھڑکو	۷۷
۲۴	رشوت سے بچو	۷۸
۲۵	گواہی نہ چھپاؤ	۷۹
۲۶	جھوٹی گواہی نہ دو	۸۰
۲۷	حق اور باطل کو گڈمڈ نہ کرو	۸۱
۲۸	برائی کی تشہیر نہ کرو	۸۲
۲۹	تعاون کہاں نہ کرو؟	۸۳
۳۰	باہم جھگڑے نہ کرو	۸۴
۳۱	اپنی خطا دوسرے کے سر نہ تھوپو	۸۵
۳۲	اجازت کے بغیر داخل نہ ہو	۸۶
۳۳	فساد نہ مچاؤ	۸۷
۳۴	دین میں تفرقہ نہ ڈالو	۸۸
۳۵	دین سے مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو	۸۹
۳۶	دوسروں کے جھوٹے معبود کو بھی گالی نہ دو	۹۰
۳۷	لغو (بیہودہ) باتوں سے دور رہو	۹۱
۳۸	سُودی لین دین نہ کرو	۹۲
۳۹	ناپ تول میں کمی نہ کرو	۹۳
۴۰	کسی کو قتل نہ کرو	۹۴

Marfat.com

اللہ کے حکم

قرآن حکیم کے ۴۰ امر

Marfat.com

Marfat.com

(۱) میرے راستہ پر چلو

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام ۶ : ۱۵۲)

"اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ اسی پر چلو۔ (دوسرے) راستوں پر نہ پڑ جاؤ۔ کہ تمہیں اللہ کے راستہ سے تتر بتر کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اسی کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

عزیز بچو! اللہ پاک نے اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ کہ یہی راستہ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اسلام کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اسی کی دعا ہم صبح و شام اور دن رات ہر نماز میں کرتے ہیں۔ بلکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں یہی کہتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ "(اے اللہ) ہمیں سیدھا راستہ کی ہدایت دے۔"

اسلام کے سوا ہر راستہ ٹیڑھا ہے۔ غلط ہے۔ خطرناک ہے اور مشکل ہے۔ اسلام کے سوا ہر راستہ غلط منزل پر لے جائے گا۔ اور دین اسلام کے تعلیم سے ہٹ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ سب تتر بتر ہو جائیں گے۔ چونکہ سیدھا راستہ صرف ایک ہوتا ہے۔ اور ٹیڑھے راستے لاتعداد ہوتے ہیں۔ سیدھے راستے پر چلنے والے محفوظ اور اکٹھے رہتے ہیں۔ لیکن اس سے محروم ہو جانے والے غلط اور خطرناک راہوں پر پڑ جاتے ہیں۔ اور اپنی منزل کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ سب لوگ سراسر گھاٹے میں رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

(آل عمران ۳ : ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طلبگار ہوگا۔ وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

Marfat.com

Marfat.com

(۱) میرے راستہ پر چلو

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام ۶ : ۱۵۲)

"اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ اسی پر چلو۔ (دوسرے) راستوں پر نہ پڑ جاؤ۔ کہ تمہیں اللہ کے راستہ سے تتر بتر کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اسی کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

عزیز بچو! اللہ پاک نے اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ کہ یہی راستہ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اسلام کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اسی کی دعا ہم صبح و شام اور دن رات ہر نماز میں کرتے ہیں۔ بلکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں یہی کہتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ "(اے اللہ) ہمیں سیدھا راستہ کی ہدایت دے۔"

اسلام کے سوا ہر راستہ ٹیڑھا ہے۔ غلط ہے۔ خطرناک ہے اور مشکل ہے۔ اسلام کے سوا ہر راستہ غلط منزل پر لے جائے گا۔ اور دین اسلام کے تعلیم سے ہٹ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ سب تتر بتر ہو جائیں گے۔ چونکہ سیدھا راستہ صرف ایک ہوتا ہے۔ اور ٹیڑھے راستے لاتعداد ہوتے ہیں۔ سیدھے راستے پر چلنے والے محفوظ اور اکٹھے رہتے ہیں۔ لیکن اس سے محروم ہو جانے والے غلط اور خطرناک راہوں پر پڑ جاتے ہیں۔ اور اپنی منزل کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ سب لوگ سراسر گھاٹے میں رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۳ : ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طلبگار ہوگا۔ وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

Marfat.com

(۲) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (البقرہ ۲ : ۲۰۸)

"اے مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے پیچھے نہ لگو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اسلام کے لفظی معنی ہیں گردن جھکا دینا۔ یعنی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا۔ اپنے آپ کو اللہ کریم کے حکموں کے حوالے کر دینا۔ ہر ایک کام اللہ کے حکم اور مرضی کے مطابق کرنا۔ اور یہ انسان کے لئے سب سے بہتر، سب سے محفوظ، اور سب سے آسان طریقہ ہے۔

جو بچے گھر میں ماں باپ کا کہا مانتے ہیں وہ ان کی آنکھوں کا تارا بنتے ہیں۔ جو طالب علم مدرسہ اور سکول میں اپنے استادوں کے اشارے پر چلتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جب ہم سب زندگی بھر، پورے پورے اللہ کے حکموں پر چلیں گے تو یقیناً دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ اللہ پاک کا ہر حکم ہماری بھلائی اور فائدے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے آج تک ہر نبی و رسول کو، ہر قوم اور ہر اُمت کو یہی حکم دیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (البقرہ ۲ : ۱۳۱)	جب ابراہیم کو اس کے رب نے فرمایا اسلام لے آؤ۔ تو اس نے کہا میں رب العالمین کے آگے سرِ اطاعت جھکاتا ہوں۔

دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور (ان کے پوتے) یعقوبؑ نے بھی یہی وصیت کی۔ میرے بیٹے! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین چنا ہے۔ تم نہ مرنا مگر صرف اسلام پر۔ (البقرہ ۲ : ۱۳۲)

آؤ! ہم پورے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

Marfat.com

(۳) قرآن مجید پڑھا کرو

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۝

"پس جس قدر آسانی سے ہو سکے قرآن مجید پڑھا کرو۔" (المزمل ۷۳ : ۲۰)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے اتری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اور ان کی لائی ہوئی یہ کتاب آخری کتاب ہے۔ قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جس کی ہر ایک بات شک و شبہ سے بالا ہے۔ اس کی تعلیم سچی۔ اس کے اصول درست۔ اس کی دی ہوئی خبریں حقیقی، اس کی پیشین گوئیاں سچی، اور اس کے بتلائے ہوئے طریقے صحیح۔ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط "اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔" (البقرہ ۲ : ۲)

یہ کلام اللہ کی پہلی آیت ہے۔ اس کے ساتھ اس ارشاد الٰہی کو بھی ذہن میں رکھیئے۔ "اگر تم کو اس کتاب پر کچھ شک ہو۔ جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے۔ تو اس جیسی تم کوئی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ (اور بیشک اپنی مدد کے لئے) اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔" ساتھ ہی تنبیہ کر دی۔ "پھر اگر نہ بنا سکو۔ اور تم ہرگز نہ بنا سکو گے تو جہنم کی اس آگ سے ڈرو جو انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

(البقرہ ۲ : ۲۳ ، ۲۴)

عزیزو! اس کتاب کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے اوپر ہو چکے ہیں۔ کوئی شخص اس کے مقابلہ کی کوئی ایک سورۃ بھی نہیں بنا سکا ہے۔ لہٰذا سب کو یہی کتاب پڑھنی چاہیئے۔ کسی اور کتاب سے ہدایت نہیں ملے گی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝

پھر تم کدھر جا رہے ہو؟۔ یہ تو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔ یعنی ہر اس شخص کے لئے جو سیدھی چال چلنا چاہتا ہے۔"

(التکویر ۸۱ : ۲۶ تا ۲۸)

Marfat.com

(۴) قرآن پاکر خوش ہوں

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے (یہ قرآن) اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اس کو پاکر خوش ہوں۔ لوگ جو کچھ جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ یہ اُن سے کہیں بہتر ہے۔" (یونس ۱۰ : ۵۸)

قرآن حکیم اللہ پاک کا آخری کلام ہے۔ اس کا خود اعلان ہے فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ "اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔" یہ اللہ کی رحمت کا پیغام ہے۔ ہماری دنیا سنوارنے اور آخرت کی زندگی بہتر بنانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

میرے اُن بندوں کو خوشخبری سنا دو جو بات سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی۔ اور یہی عقلمند ہیں۔ (الزمر ۳۹ : ۱۸)

یہی بات اللہ کریم نے بار بار دُہرائی ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان شفیق ہے۔ اس کا نام ہی رؤف اور رحیم ہے۔ وہ فرماتا ہے "یہ لوگوں کے لئے واضح بیان ہے۔ اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے۔ (آل عمران ۳ : ۳۸)

اسی طرح اس نے فرمایا ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ

اور یہ کتاب ہمیں نے اتاری ہے۔ برکت والی۔ سو تم اس کی پیروی کرو۔ (الانعام ۶ : ۱۵۵)

ہمارے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات کیا ہوگی۔ کہ اس نے ہمیں اپنے نبیؐ کی اُمت میں پیدا کیا۔ اور ہمیں قرآن حکیم جیسی نعمت عطا فرمائی۔ حقیقی خوشی اور خوشی کا اصلی شکریہ یہ ہوگا کہ ہم اس کے مطابق عمل کریں۔ اور اپنی زندگی اُس کے احکام کے مطابق بنالیں۔ یہ بڑا ہی بہتر اور بہت ہی آسان کام ہے۔ صرف ارادہ اور اس پر عمل کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

(۵) اللہ رسولؐ کی اطاعت کرو

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ اگر تم مؤمن ہو۔" (الانفال ۸ : ۱)

مسلمان اور مؤمن ہونے کے معنی یہی ہیں۔ کہ ہم اللہ اور اس کے رسول برحقؐ (فداہ ابی و امی) کے حکم مانتے ہوں۔ ان کی پوری پوری فرماں برداری کرتے ہوں۔ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اللہ رسولؐ کی باتیں نہ ماننا اپنے آپ کو عذاب میں ڈالنے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ	اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝	کرتا ہے۔ تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔

(الانفال ۸ : ۱۳)

آپ سوچیں گے کہ ہم اپنے ایمان کو کیسے درست کریں؟ اور یہ کیسے معلوم ہو کہ ہم واقعی سچے مومن ہیں۔ اس کا جواب خود اللہ کے کلام پاک میں موجود ہے۔ اوپر والی پہلی آیت کے بعد کا حصہ پڑھ لیجئے۔ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ..... "مومن تو وہ ہیں۔ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں پر) خرچ کرتے ہیں" ـــــ اس کے بعد فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ـــــ "یہی سچے مؤمن ہیں۔ پروردگار کے ہاں ان کے بڑے بڑے درجے ہیں بخشش ہے۔ اور بڑی عزت کی روزی ہے۔

(الانفال ۸ : ۲ تا ۴)

دیکھا آپ نے۔ یہ ہے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کا اجر۔

اور یہ ہیں ایمان والے فرماں بردار بندوں کی نشانیاں۔

Marfat.com

(۶) اللہ سے مانگو

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

تم مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۔ (المؤمن ۴۰ : ۶۰)

یہ سورۂ مومن کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے ۔ یہ پوری آیت ہی پڑھنے اور ہر دم یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ شروع یہاں سے ہوتی ہے وَقَالَ رَبُّکُمُ ـــــ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے تم مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۔ جو لوگ تکبر و غرور کے سبب میری عبادت سے کتراتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ۔" (المؤمن ۴۰ : ۶۰)

اللہ پاک کا کس قدر پختہ وعدہ ہے کہ تم مانگنے والے بنو ۔ میرے در سے خالی ہاتھ نہ لوٹو گے ۔ اُس سے مانگنے کے لئے کسی خاص وقت اور کسی خاص جگہ کی قید نہیں ۔ وہ ہر دم اور ہر جگہ موجود ہے اور ہمارے ساتھ ہے ۔ وہ ہر بندہ کی پکار سنتا ہے ۔ ہر چھوٹے بڑے کی دعا قبول کرتا ہے اللہ پاک نے اپنے نبی کریم ﷺ (فداہ ابی و امی) کو فرمایا۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

اے میرے نبی! جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں دریافت کریں تو (انہیں بتلا دو) میں (اُن کے) پاس ہوں ۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں ۔ سو انہیں چاہیئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں ۔ (البقرہ ۲ : ۱۸۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دعا قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ ہم اپنا ایمان پختہ کر لیں ۔ اور اس کے حکموں کی اطاعت کریں تو اس کا وعدہ ہے کہ وہ ہماری دعائیں ضرور قبول فرمائے گا ۔ کیوں نہ ہو؟ وہ تو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ۔ اور ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہم پر مہربان ہے ۔ آؤ ہم سب ہر دم اس سے مانگیں ۔

Marfat.com

(۷) اللہ سے ڈرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ تم مراد حاصل کرو۔ (آل عمران ۳ : ۲۰۰)

اس آیۂ کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں تقویٰ کے معنی ہیں۔ اللہ سے ڈرنا۔ اس کا خوف دل میں رکھنا۔ اس کے سامنے جواب دِہ ہونے کا احساس اپنے دل میں پیدا کرنا۔ اس لئے تقوے کا ترجمہ پرہیزگاری بھی کیا جاتا ہے کیونکہ جس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے گا۔ وہ ہر کام پوری احتیاط اور کامل ذمہ داری سے کرے گا۔

"تقویٰ" ایمان اور اسلام کی جڑ ہے۔ ساری نیکیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور انسان کی پوری زندگی اسی سے سنورتی ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرو) کا حکم قرآن مجید میں سولہ[۱۶] بار آیا ہے۔ متقین کا ذکر، ان کی صفات کا بیان، اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کلام اللہ میں ۶۴ جگہ ہوا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر عبادت کا بڑا مدعا یہی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کے اندر تقوے کی صفت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ روزہ اور حج جیسی عبادتوں کا حکم دینے کے بعد ارشاد الٰہی ہوا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ "تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ"۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب تک پرہیزگاری اور خدا خوفی دل میں نہ پیدا ہو گی کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ اور یہ خوبی پیدا ہو جائے تو اس سے ہزار خوبیاں حاصل ہو جائیں گی۔ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ

اگر تم اللہ سے ڈرے تو وہ تمہیں فرقان (امتیاز کرنے والا) بنا دے گا۔ یعنی تمہارے دلوں میں نور اور توفیق پیدا کر دے گا جس سے تم حق و باطل میں امتیاز کر سکو گے اور تمہارے گناہ مٹا دیگا اور تمہاری بخشش فرما دے گا۔ (الانفال ۸ : ۲۹)

Marfat.com

(۸) اللہ پر بھروسہ رکھو

فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

سو اس پر بھروسہ رکھو اگر تم مسلمان ہو (یونس ۱۰ : ۸۴)

"توکل" ایک مسلمان کی بہت بڑی خوبی ہے۔ جس کے لئے اللہ کریم نے بار بار اسے حکم دیا ہے اور کچھ نہیں تو قرآن مجید میں بیس اکیس جگہ توکل کا ذکر ہوا ہے۔ اور مختلف طریقوں سے اس کی خوبیوں کا بیان ہوا ہے۔

اللہ پاک نے خود اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ — جب تو ارادہ کرلے۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ — بیشک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

(آل عمران ۳ : ۱۵۹)

توکل" کیا ہے؟ اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ اس کی رحمت سے پُر امید رہنا مشکلات کے باعث کامیابی کی طرف سے مایوس نہ ہونا۔ جدوجہد کرنے کے بعد اپنی کامیابی و ناکامی اللہ پر چھوڑ دینا اور شریعت کے اصول کو پیش نظر رکھ کر اسباب کے ماتحت پوری ہمت کے ساتھ کوشش کرنا، لیکن اس کوشش کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا، اس لئے کہ نتیجہ اور انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوشش ہمارا فرض ہے، اسے بامراد بنانا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی یقین کا نام توکل ہے —— اللہ کریم کا ارشاد ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ "اور تو اس خدائے زندہ پر بھروسہ رکھ جو مرنے والا نہیں" — (الفرقان ۲۵ : ۵۸) چنانچہ دو جہان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ "اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (التوبہ ۹ : ۱۲۹)

عزیزو! توکل یہ نہیں کہ خود کچھ نہ کریں اور کامیابی کی امید رکھیں۔ اسباب کو کام میں نہ لائیں اور اچھے نتیجہ کی آس لگائے بیٹھے رہیں۔ ہمارے حضورؐ (فداہ ابی و امی) نے فرمایا "پہلے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھو (کہ وہ بھاگ نہ جائے) پھر اللہ پر بھروسہ کرو (اور بے فکر ہو جاؤ)"۔

Marfat.com

(۹) نماز قائم کرو

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

اے بیٹے! نماز قائم رکھنا (پابندی سے ادا کرنا) (لقمٰن ۳۱: ۱۷)

نماز دین کا ستون ہے۔ نماز ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔ (اور خدانہ کرے) کوئی انکار کر دے تو دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ نماز کفر اور اسلام کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کا حکم ہر نبی کو دیا گیا۔ اور ہر نبی نے اپنی اُمّت کو اس کی تاکید کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ "اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔ اے ہمارے رب! میری دُعا کو قبول فرمالے۔" (ابراہیم ۱۴ : ۳۹)

حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ میں قرآن مجید کی گواہی ہے کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ "وہ اپنے بال بچوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے" (مریم ۱۹: ۵۵)

حضرت لقمٰنؑ نے بھی اپنے بیٹے کو یہی وصیت کی تھی۔

حضرت عیسٰیؑ نے اپنے بارہ میں خود بتلایا ہے اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا "مجھے نماز اور روزہ کی تاکید کی گئی ہے جب تک میں زندہ ہوں۔" (مریم ۱۹ : ۳۱)

حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ الٰہی ہوا وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا ۔ "اور اپنے گھر والوں کو نماز حکم کرو۔ اور اس پر قائم رہو۔" (طٰہٰ ۲۰ : ۱۳۲)

جس عبادت کا حکم تمام نبیوں اور رسولوں کو ہوا۔ اگر ہم اس سے غافل ہو گئے تو بڑے نقصان کی بات ہو گی۔ "کامیاب ہیں وہ اہلِ ایمان جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" (سورۂ مومنون ۲۳ : ۱)

اللہ ہمیں ان کامیاب بندوں میں شامل ہونے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

Marfat.com

(۱۰) تم پر روزہ فرض کیا گیا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ

اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ (البقرہ ۲: ۱۸۳)

ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ــــ "رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کا رہنما ہے۔ جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ جو حق و باطل کو الگ کرنے والا ہے۔ تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔" (البقرہ ۲: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ نے مسافر اور مریض کو اجازت دی ہے کہ وہ بعد میں قضا کر لیں یعنی وہ جس قدر روزے رمضان میں نہ رکھ سکیں سفر سے واپسی پر اور بیماری سے صحت پانے کے بعد دوسرے دنوں میں رکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے آسانی چاہتے ہیں۔ تنگی اور دشواری نہیں چاہتے۔

روزے سے بے شمار جسمانی اور روحانی، اخلاقی اور معاشرتی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دو فوائد کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اول یہ کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ــ (تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ)۔ دوسرے یہ کہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ) جو شخص روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس برداشت کرے گا۔ اپنی نفسانی خواہش کو دبائے گا۔ جھوٹ، بدگوئی اور برے کاموں سے بچے گا۔ وہ یقیناً پرہیزگار، اور شکرگزار بن جائے گا۔ یہ سب روزہ کی برکتیں اور اس کے پھل ہیں۔

 85963

Marfat.com

(۱۱) حج کس پر فرض ہے؟

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک جانے کا مقدور رکھتا ہے۔ وہ اس کا حج کرے۔ اور جو انکار کرے گا (وہ جان لے) اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔" (آل عمران ۳: ۹۷)

دنیا کے عبادت خانوں میں سب سے پرانا اور سب سے پہلا عبادت خانہ بیت اللہ ہے۔ جسے خانہ کعبہ بھی کہتے ہیں۔ تقریباً پانچ ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اللہ کے گھر کی تعمیر کی تھی۔ اللہ پاک نے اپنے گھر کو ایسی برکت بخشی کہ یہ دنیا جہان کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اعلان خود حضرت ابراہیمؑ سے ان الفاظ میں کرایا

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

اور لوگوں کے درمیان حج کی منادی کرا دو کہ تمہاری طرف (خانہ کعبہ کے حج کے لئے) پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر (سوار ہو کر) چلے آئیں جو دُور دراز کے راستوں سے آئے ہوں (الحج ۲۲: ۲۷)

الحمدللہ آج بھی ہر سال دنیا کے ہر ملک سے، ہر قوم اور ہر نسل والے، ہر رنگ اور ہر زبان والے دور دراز گوشوں سے اللہ کے گھر کا حج کرنے آتے ہیں۔ اور اسلامی برادری، مساوات اور بھائی چارے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہاں چھوٹے بڑے، امیر غریب، شاہ و گدا غرض کسی میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ سب کا معبود ایک، سب کا رسول ایک، سب کی کتاب ایک، سب کا قبلہ ایک اور میدان عرفات میں سب کا لباس بھی ایک ہو جاتا ہے۔

دنیا میں حج جیسا مقدس اور بابرکت اجتماع کہیں منعقد نہیں ہوتا۔ مبارک ہیں وہ جنہیں حج کی توفیق ملے۔ اور جنہیں حج کی سعادتیں نصیب ہو جائیں۔

Marfat.com

(۱۲) جہاد میں شریک ہو

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝

"اور اللہ کی راہ میں تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (البقرہ ۲ : ۱۹۰)

جب کسی ملک میں امن وامان ختم ہو جائے۔ لوگوں کی جان ومال اور آبرو محفوظ نہ رہے یا کہیں دین خطرہ میں پڑ جائے اور مسلمانوں کو مذہب پر عمل کرنے سے روکا جائے۔ تو امن وامان قائم کرنے کے لئے اور دین وایمان کی حفاظت کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کفار اور دشمنانِ ملک وملت کسی مسلمان ملک پر حملہ کر دیں تو اسلامی ریاست کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ
وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ط

"اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ کا دین جاری ہو جائے۔ (البقرہ ۲ : ۱۹۳)

جب جہاد کا اعلان ہو جائے تو اپنی حیثیت اور استعداد کے مطابق جہاد میں حصہ لینا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے لیکن یاد رہے ہر دھاڑ اور لوٹ مار کا نام جہاد نہیں ہے۔ یہ تو ایک مقدس فرض ہے جس کا مقصد ہی امن وامان کا قیام اور دین کی آزادی وبحالی ہے۔

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری است جنگِ مومن سنتِ پیغمبر یست

سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کا پتہ نہ بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مال وجان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم علم رکھتے ہو۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ تمہارے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ اور جنت کے اعلیٰ مقامات کا سبب بنے گا۔ فوز العظیم ہے۔ اللہ کی مدد اور فتح اسی سے وابستہ ہے۔" (الصف ۶۱ : ۱۰ تا ۱۳)

Marfat.com

(۱۳) حلال اور پاک چیزیں کھاؤ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا

"اے لوگو! جو چیزیں زمین میں ہیں۔ ان میں سے جو حلال و طیب ہیں وہ کھاؤ۔" (البقرہ ۲ : ۱۶۸)

کھانے پینے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے مقدم اور بنیادی شرطیں دو قرار دی ہیں۔ سب سے پہلے اس کا حلال یعنی جائز ہونا (حرام نہ ہونا)۔ دوسرے اس کا پاکیزہ ہونا (ناپاک نہ ہونا) کوئی شے کیسی ہی اچھی کیوں نہ لگے اگر اللہ پاک نے اسے حلال قرار نہیں دیا ہے۔ تو اس کا کھانا پینا ہرگز جائز نہیں۔ اس کے ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ حلال شے پاک بھی ہے یا نہیں۔ مثلاً مرغی کا گوشت حلال ہے۔ بشرطیکہ مرغی حلال طریقہ سے حاصل کی گئی ہو اور اسلامی طریقہ سے ہی حلال (ذبح) کی گئی ہو۔ اور پاک ہانڈی میں پکے۔ پاک پانی استعمال ہو۔ کسی طرح سے ناپاکی نہ لگے۔

حلال حرام کی تمیز بہت ضروری ہے۔ ورنہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اور کوئی دُعا منظور نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "حلال اور طیب کھاؤ۔ اور شیطان کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" حلال حرام کی تمیز نہ کرنا شیطان کا کام ہے۔ اور جو ایسا کرتے ہیں وہ گویا شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اور اس کے پیچھے لگ کر سوائے نقصان اور گھاٹے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ایک دوسری آیت میں اللہ کریم نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○

اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں۔ وہ کھاؤ۔ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کے بندے ہو۔

(البقرہ ۲ : ۱۷۲)

اللہ کریم کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ناشکری اور ناقدری کرنے سے انسان عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۱۴) صبر سے کام لو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! صبر کرو (ثابت قدم رہو) اور استقامت رکھو۔ اور جمے رہو اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ مراد پاؤ (آل عمران ۳ : ۲۰۰)

سورۂ آل عمران قرآن مجید کی تیسری سورۃ ہے۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ غزوۂ بدر، اور غزوۂ اُحد کے حالات کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ہوا ہے۔ اور غزوات میں کامیابی و ناکامی کے ایک ایک پہلو کی وجوہات بیان ہوئی ہیں۔ یہ اس سورۃ کی سب سے آخری آیت ہے گویا سورۃ کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی اور مراد برآری کے اصول اللہ کریم نے ان چند لفظوں میں سمو دیئے ہیں "ہر فرد ملت صابر ہو، اجتماعی طور پر بھی صبر ہو، باہم گہرا رابطہ ہو۔ اور دلوں میں خوفِ خدا ہو"

صبر کیا ہے؟ اپنے آپ کو روکے رکھنا یعنی (۱) اپنے اندر برداشت کی قوت پیدا کرنا کہ ذرا سی بات پر بے چین اور بے قرار نہ ہو جائیں۔ (۲) ثابت قدم رہنا تاکہ تکلیف، مشکل، اور دشواری کے وقت قدم ڈگمگا نہ جائیں (۳) اپنے اندر مدافعت اور مقابلہ کی قوت پیدا کرنا۔ اس لئے کہ جب تک یہ استعداد نہ ہو انسان ثابت قدم نہیں رہ سکتا ہے اور یہ تینوں باتیں صبر کی کڑیاں ہیں انہیں سے صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے جس کا لازمی نتیجہ فلاح و کامرانی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بار بار فرمایا ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ "تم صبر اور نماز سے کام لیا کرو"۔ (البقرہ ۲ : ۴۵ و ۱۵۳) اور بار بار یقین دلایا ہے — وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ "اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ "بلا شبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" سورۂ شوریٰ کی تینتالیسویں آیت میں اس صفت کو "عزم الامور" (بڑی ہمت والا کام) بیان فرمایا گیا ہے

Marfat.com

(۱۵) اچھے کام کرو

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط

"پاک چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے کام کرو۔" (المومنون ۲۳ : ۵۲)

اللہ بزرگ و برتر نے اپنے کلام پاک میں نجات کے لئے ایمان کا درست ہونا اور اعمال کا صالح ہونا لازمی شرط قرار دیا ہے۔ اگر ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اور اگر ایمان ہے، لیکن عمل اچھے نہیں تو یہ بھی ادھوری بات ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں ہر جگہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ساتھ ساتھ آیا ہے یعنی "ایمان لاؤ اور اچھے کام کرو۔"

اچھے کام کون سے ہیں؟ ان کا ذکر ہر کتاب میں موجود ہے۔ اور ان کی تفصیل ہر کوئی جانتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لفظوں میں اس کی تشریح یوں فرما دی ہے۔ "نیک کام وہ ہے جس سے خود تیرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو پسند نہ کرے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے۔"

اچھے کاموں سے اپنی زندگی بھی اچھی ہو جاتی ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس سے سکھ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جو کوئی اچھے کام کرے گا۔ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو۔ تو ہم اسے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی دیں گے اور (آخرت) میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ (النحل ۱۶ : ۹۷)

اسی مضمون کی ایک دوسری آیت سورۃ النساء میں ہے۔ اس میں ارشاد ہوا ہے۔ "جو شخص اچھے کام کرے گا۔ مرد ہو یا عورت۔ بشرطیکہ وہ مؤمن بھی ہو۔ ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ تل برابر ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔" (النساء ۴ : ۱۲۴)

آؤ ہم سب اپنے کاموں سے اپنی زندگیوں کو کامیاب بنائیں۔ اور دوسروں کے لئے بھی راحت کا ذریعہ بن جائیں۔

Marfat.com

(۱۶) نیکیوں میں سبقت لے جاؤ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

ہر ایک (فرقہ) کے لئے ایک سمت مقرر ہے جدھر وہ رُخ کرتا ہے۔ تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو (سب سے آگے بڑھ جاؤ) (البقرہ ۲ : ۱۴۸)

دنیا کے لوگ اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارا مرکز وہ ہے۔ ہمارا وہ ہے۔ ہمارا قبلہ اُس طرف ہے۔ اور ہمارا فلاں سمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کوئی بڑائی اور فخر کی بات نہیں۔ بڑائی تو اس میں ہے کہ نیکیوں میں کون آگے ہے۔ اچھے کام کون کرتا ہے۔ لہٰذا مسلمانو! تم بھلے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔ اور نیکیوں میں سب سے آگے نکل جاؤ۔

اسی سلسلہ میں اس سورۃ البقرہ کے اندر ایک بہت ہی اہم اور مفصل آیت موجود ہے جو یوں شروع ہوتی ہے۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ ــــ "نیکی یہی نہیں کہ تم اپنے رُخ مشرق یا مغرب کی سمت کرلو۔ بلکہ نیک وہ ہے جو

ایمان لائے اللہ پر، روزِ آخرت پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں، اور اللہ کے رسُولوں پر۔ اور مال عزیز رکھنے کے باوجود اپنے رشتہ داروں کو، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو، اور مانگنے والوں کو دے۔ اور گردنوں کے چھڑانے میں (خرچ کرے)۔

نماز قائم کرے۔

زکوٰۃ ادا کرے۔

جب عہد کریں تو اسے پورا کریں۔

اور ثابت قدم رہیں سختی اور تکلیف میں۔ اور میدانِ جنگ میں۔

یہی لوگ (اپنے ایمان کے دعوے میں) سچے ہیں۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (البقرہ ۲ : ۱۷۷)

یہ ہے نقشہ نیکی کا اور نیکوکار لوگوں کا۔ یہ ہے میدان ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا۔ اسلام ہمیں اسی میدان میں آگے بڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔

Marfat.com

(۱۷) پاک صاف رہو

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

"اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور ناپاکی سے دُور رہو" (المدثر ۷۴ : ۴ و ۵)

اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کا بہت اُونچا معیار ہے۔ کسی مذہب اور کسی قوم میں صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام نہیں۔ ناپاک ہونے کی صورت میں قرآن مجید نہیں پڑھنا، قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگانا، اسی طرح نماز ادا کرنے کے لیے جسم کا پاک ہونا ضروری، کپڑوں کا پاک ہونا ضروری۔ یہاں تک کہ جگہ بھی پاک ہونا ضروری، اور خود نمازی کا باوضو ہونا ضروری۔

جسم پاک نہیں رہ سکتا اگر پیشاب اور رفع حاجت کے بعد استنجے کا باقاعدہ اہتمام نہ کیا جائے۔ اسی لیے بیٹھ کر پیشاب کرنے اور استنجا کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی قبرستان سے گذر رہے تھے۔ ایک قبر کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے افسوس کا اظہار کیا۔ صحابہؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس قبر میں جو عورت دفن ہے وہ پیشاب کرنے کے بعد طہارت کا خیال نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا جہاں جہاں جسم پر پیشاب کے چھینٹے پڑتے تھے ان حصوں کو آگ سے داغ دیئے جا رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

دوسری قوموں میں صفائی کا انتظام ہے۔ اور اس پر ان کے ہاں بہت زور بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن پاکیزگی کا کسی کو ہوش نہیں۔ اسلام نے محض ظاہری صفائی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ طہارت اور پاکیزگی کو بھی ضروری قرار دیا۔ جس سے ظاہری صفائی خود بخود آجاتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:-

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(البقرہ ۲ : ۲۲۲)

Marfat.com

(۱۸) اللہ کا شکر ادا کرو

وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

"اور تم اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اللہ ہی کے بندے ہو۔" (البقرہ ۲ : ۱۷۲)

شکر کا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر جاننا۔ ان کا صحیح اور درست استعمال کرنا۔ اس کی کسی نعمت کی ناقدری نہ کرنا۔ الحمد للہ کہنا اسی شکر کا اظہار ہے جو ہم زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اتنا بھی نہیں کرتا تو وہ بڑا ہی ناشکرا ہے۔ جبکہ اللہ کریم نے صاف لفظوں میں حکم دیا ہے۔ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ اور تم میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔ (البقرہ ۲ : ۱۵۲)

اگر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں تو اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اُس کا اعلان ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۔ "اگر شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا" اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ "اور اگر ناشکری کرو گے (تو یہی نہیں کہ نعمت واپس چھن جائے گی۔ بلکہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے۔" (ابراہیم ۱۴ : ۷)

ہمارا یہ روزمرہ کا تجربہ ہے کہ دُنیا میں وہی لوگ ترقی کرتے ہیں جو اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں۔ اپنی استعداد اور قوتوں کا پورا پورا اور صحیح استعمال کرتے ہیں۔ جو کچھ انہیں میسّر آئے اس کی ناقدری نہیں کرتے۔ اسے ضائع نہیں کرتے۔ اور اس کا ناجائز اور غلط استعمال نہیں کرتے۔ چنانچہ جو بچے اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں۔ تعلیم میں دوسروں سے آگے رہتے ہیں۔ جو اپنے جیب خرچ میں کفایت کر کے کام کی چیزیں خریدتے ہیں ماں باپ ان کا جیب خرچ بڑھا دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جو بچے فضول خرچی چاٹ وغیرہ میں پیسے خراب کرتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان کا جیب خرچ بند ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ سزا بھی پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝

بیشک اللہ اسے ہدایت سے محروم رکھتا ہے جو جھوٹا اور ناشکرا ہے۔ (الزمر ۳۹ : ۳)

Marfat.com

(۱۹) انشاءاللہ کہا کرو

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

"اور کسی کام کی نسبت ہرگز یوں نہ کہا کرو۔ کہ میں اسے کل کردوں گا۔ مگر یہ کہ "اللہ نے اگر چاہا"
(تو کل کردوں گا) الکہف ۱۸ : ۲۴

اس حکمِ الٰہی کی وضاحت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پوری آیت کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ ارشاد ہوتا ہے: "اور کسی کام کی نسبت ہرگز یوں نہ کہا کرو۔ کہ میں اسے کل کردوں گا۔ مگر یہ کہ اللہ نے اگر چاہا تو (انشاءاللہ کل کردوں گا) اور جب کبھی اللہ کا نام لینا (انشاءاللہ کہنا) بھول جائے تو یاد آنے پر لے لو۔ اور کہو اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے گا۔" (الکہف ۱۸ : ۲۴)

اس ایک آیت سے ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہمیں ہر بات کرتے ہوئے ۔ اور ہر وعدہ کرتے وقت انشاءاللہ کہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر کام اللہ کی مرضی اور اسی کے حکم سے ہوتا ہے ہم صرف ارادہ باندھ سکتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کام کا ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہمیں جزا و سزا بھی اپنے اسی ارادے اور کوشش کی ملے گی۔ حق تو یہ ہے کہ ارادہ اور کوشش کی توفیق بھی اللہ کی طرف سے ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی وقت بھول چوک سے انشاءاللہ کہنا بھول جائے۔ تو یاد آنے پر اسے دُھرا لینا چاہیئے۔ اور اللہ کریم سے بھلائی اور ہدایت کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ کسی نے اپنی کوشش یا اپنی ہمت اور محنت کو سب کچھ سمجھ لیا تو یہ بہت بڑی بھول ہوگی۔ اور اس سے دین و ایمان اور علم و عمل میں بہت خسارہ ہوگا۔

جو شخص اللہ پاک کے سہارے کام کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا۔ اگر اس راہ میں جان بھی ہار دے تو وہ مُردہ نہیں کہلاتا بلکہ شہید ہو کر زندہ جاوید بن جاتا ہے۔

انشاءاللہ کہہ دینے سے اللہ تعالیٰ کا سہارا مل جاتا ہے۔ جو سب سے بڑی طاقت ہے۔

Marfat.com

(۲۰) اپنی نگاہیں نیچی رکھو

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

اور مومن مردوں سے کہہ دو۔ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ (النور ۲۴ : ۳۰)

اس کے بعد دوسری آیت میں یہ حکم ہے :۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

" اور مومن عورتوں سے کہہ دو۔ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ (النور ۲۴ : ۳۱)

کتاب اللہ میں تمام طور پر مرد و عورت کو ایک ہی حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک جگہ مردوں کو کہا گیا ہو کہ تم نماز پڑھا کرو۔ پھر عورتوں کا نام لے کر جدا کہا گیا ہو کہ وہ نماز پڑھا کریں۔ یہی حال تقریباً دوسرے تمام احکام کا ہے — لیکن نگاہیں نیچی رکھنے کے بارہ میں دونوں کو جدا جدا ارشاد ہوا ہے۔ اور اس میں دوسری عجیب بات یہ ہے کہ پہلے مردوں کو حکم ہوا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں پھر دوسری آیت میں عورتوں کو یہی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے اس حکم کی اہمیت اور ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

اس سورۂ نور میں عورتوں کے لئے پردہ کے احکام ہیں۔ پردہ کے احکام کے علاوہ ان آیات میں دونوں کو جدا جدا یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ اپنی حفاظت کریں۔ نگاہیں نیچی رکھنا، اور غیر محرم کو نہ تکنا بھی دراصل خود اپنی حفاظت کرنا ہے۔ اگر کوئی کسی کو بُری نظر سے دیکھتا ہے اس کا کچھ نہ بگڑے گا دیکھنے والے کو خود گناہ ضرور ہو گا — وہ اس طرح اپنا ایمان ڈانواں ڈول کر کے اپنا نقصان کرتا ہے۔

اَن جان پنے میں یا نادانستہ طور پر انسان کی نگاہ کسی غیر پر پڑ جائے تو شریعت اسے معاف کر دیتی ہے بشرطیکہ وہ دوبارہ جان بوجھ کر اُسے نہ دیکھے۔ اسی طرح ڈاکٹر، طبیب وغیرہ کو مجبوری اور ضرورت کے تحت اجازت ہے — یاد رکھئے نظر کی بے احتیاطی اور تانک جھانک سے ہی سارے گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔

Marfat.com

(۲۱) حُسنِ سلوک کرو

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور تم نیکی کرو۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (البقرہ ۲ : ۱۹۵)

احسان عربی زبان کا لفظ ہے اس کا ترجمہ حسنِ سلوک اور نیکی کیا جاتا ہے "احسان" ایک بہت بڑی خوبی اور نہایت اعلیٰ صفت کا نام ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان دوسرے سے اچھا سلوک کرے۔ اُسے اُس کے حق سے زیادہ دے۔ مثلاً ایک مزدور سے کسی کام کی اُجرت چار روپیہ طے پائی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ غریب آدمی ہے۔ محنتی اور ایماندار ہے۔ آپ اُسے چار روپیہ کے علاوہ کچھ بڑھا کر دے دیں۔ اُسے کھانا کھلا دیں تو یہ مزدور پر آپ کا احسان ہوگا۔ اسی طرح اگر مزدور مقررہ وقت سے زیادہ کام کرے اور جس قدر کام کرنا طے پایا تھا خوش ہو کر اس سے زیادہ کام کر دے تو یہ اس کا آپ پر احسان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ خود بھی "محسن" ہے۔ اور اُسے اپنے احسان کرنے والے بندے بہت پسند ہیں۔ وہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ "بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

(عنکبوت ۲۹ : ۶۹) اس نے ایک دوسرے مقام پر یہاں تک فرما دیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ "اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت حُسنِ سلوک کرنے والوں کے قریب ہے۔ (الاعراف ۷ : ۵۶)

جب آپ کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کریں گے تو صاف ظاہر ہے کہ اُسے اس کے واجب حق سے زیادہ دیں گے بظاہر اس میں اپنا کچھ نقصان نظر آئے گا۔ لیکن حقیقت میں نقصان ہرگز نہیں۔ کیونکہ مالکِ حقیقی کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ "بلاشبہ اللہ حُسنِ سلوک کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔" (التوبہ ۹ : ۱۲۰)

البتہ نیکی کرنے کے بعد جتلا دینے یعنی احسان دھرنے سے نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

(۲۲) والدین سے اچھا سلوک کرو

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط

"اور تیرے رب نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا۔" (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳)

ہم پر ماں باپ کے احسان اس قدر زیادہ ہیں کہ ہم عمر بھر ان کے پاؤں دھو کر پیئیں پھر بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہم اکثر اپنے اس فرض کو بھول جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد جس بات کا حکم دیا ہے وہ والدین سے حسنِ سلوک کرنا ہے۔ یہی وہ فرض ہے جس کا اقرار اللہ پاک نے پہلی قوموں سے لیا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم کے پہلے پارہ میں ارشاد ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور (یاد کرو) جب ہم بنی اسرائیل سے یہ عہد و اقرار لیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کریں گے۔ (البقرہ ۲: ۸۳)

سورۂ لقمٰن میں ارشاد ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ —— اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا کرتا رہے (کہ بچہ کو) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف جھیل کر پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اسے دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔" (لقمٰن ۳۱: ۱۴)

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا "اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہنا۔ نہ انہیں جھڑکنا۔ اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا۔" (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳ و ۲۴)

سورۂ عنکبوت میں فرمایا کہ "ہر حال میں والدین سے حسنِ سلوک کرو۔ سوائے اس کے کہ وہ شرک پر مجبور کریں کہ اس صورت میں ان کا کہنا نہیں ماننا۔"
(عنکبوت ۲۹: ۸)

Marfat.com

(۲۳) گھر میں سلام کر کے داخل ہو

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

"جب تم گھروں میں جاؤ۔ تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کر لیا کرو۔" (النور ۲۴: ۶۱)

اسی سورۃ کی ایک دوسری آیت میں یہ مفصل حکم موجود ہے کہ تم کسی دوسرے کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک پہلے اجازت نہ لے لو۔ اور اہلِ خانہ کو سلام نہ کر لو۔ اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو جب تک اجازت نہ ملے گھر میں داخل نہ ہو۔ اور اگر بالکل اجازت نہ ملے اور وہ تمہیں کہہ دیں کہ لوٹ جاؤ تو بخوشی واپس ہو جایا کرو۔" (النور ۲۴: ۲۷، ۲۸)

مندرجہ بالا دونوں آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اپنا گھر ہو یا بیگانہ۔ دونوں صورتوں میں لازم ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اہلِ خانہ کو سلام کیا جائے۔ سلام کیا ہے؟ سب کے لئے سلامتی اور رحمت کی دعا ہے۔ اللہ اللہ۔ اسلام کی ہر بات اعلیٰ ہے۔ دنیا کی ہر قوم میں سلام ہے۔ مگر "السلام علیکم" کہیں نہیں۔ یعنی سلامتی کی دعا۔ اور سب کی سلامتی کی دعا کہیں نہیں۔ کوئی "آداب عرض" کہتا ہے۔ کوئی "نمستے" کہتا ہے۔ کوئی شب بخیر کہتا ہے۔ کوئی "صبح بخیر" کہتا ہے۔ کوئی "اچھی الوداع" کہتا ہے۔ مگر سب کے لئے ہر گھڑی اور ہر دم سلامتی کی دعا صرف مسلمان دیتا ہے۔

اسلام نے سلام کے باقاعدہ آداب اور ضابطے مقرر کر دیئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ سوار پیدل کو۔ آنے والا اہلِ مجلس کو۔ اور مجلس سے یا گھر سے جانے والا دوسروں کو۔ خصوصاً یہ کہ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا

"جب کوئی تمہیں سلام کرے (دعا دے) تو اس سے بہتر (سلام سے) دعا دو (مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) یا (کم از کم) وہی الفاظ دہرا دو۔" (النساء ۴: ۸۶)

Marfat.com

(۲۴) چال میں اعتدال رکھو

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ ط

"اور اپنی چال میں اعتدال رکھ"۔ (لقمن ۳۱ : ۱۹)

حضرت لقمٰن علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں ان میں ایک یہ تھی کہ بیٹے اپنی چال میں اعتدال رکھنا۔ اعتدال میانہ روی کو کہتے ہیں۔ یعنی درمیانی راہ اختیار کرنا جس میں نہ بہت تیزی ہو۔ اور نہ بہت سستی اور بے جا آہستگی ہو۔

دراصل اسلام کی پوری تعلیم اسی اصول پر ہے۔ اسلام کے ہر حکم میں یہی بات پوشیدہ ہے۔ حکم یہ ہے کہ مسلمان ہر کام میں میانہ روی اختیار کرے۔ تاکہ نہ حد سے زیادہ بڑھ جائے اور نہ بیدلی کا شکار ہو جائے۔ چنانچہ دوسرے پارہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی شان یوں بیان کی کہ "ہم نے تمہیں اُمَّۃً وَّسَطاً بنایا ہے۔" تمہارے ہر عمل کی بنیاد اعتدال پر رکھی ہے۔ خواہ کھانا پینا ہو۔ جمع کرنا اور خرچ کرنا ہو۔ کسی کو سزا دینا اور جرمانہ کرنا ہو۔ یا سونا جاگنا ہو۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ پاک نے اپنے بندوں کی صفت یہ بیان فرمائی ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا "اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔" (الفرقان ۲۵ : ۶۳) مقصد یہ ہے کہ وہ بھاگ دوڑ میں نہیں رہتے۔ اور چال میں فخر و غرور کا اظہار نہیں کرتے۔ خود حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک رفتار کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہو یعنی حضورؐ ناپ تول کر نہایت احتیاط سے قدم اُٹھاتے۔ نگاہ نیچی ہوتی۔ پاؤں جما کر رکھتے۔ اور کسی بڑے بوڑھے سے آگے نکلنے کی کوشش نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کوئی بوڑھا آگے جا رہا تھا۔ آپؐ نے اپنی رفتار آہستہ کر دی۔ کسی نے عرض کیا حضورؐ یہ تو یہودی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "بوڑھا تو ہے۔" بچوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے۔

Marfat.com

(۲۵) ہولے سے بولو

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

"اور (گفتگو بول چال میں) اپنی آواز نیچی رکھو (کیونکہ اونچی آواز گدھے کی ہے) اور بلاشبہ سب آوازوں سے بُری آواز گدھے کی ہے۔" (لقمٰن ۳۱ : ۱۹)

ابھی پچھلے سبق میں آپ نے پڑھا ہے کہ چال میں اعتدال اختیار کرنا چاہیئے کہ انسان نہ ہر دم بھاگ دوڑ میں رہے اور نہ بالکل جوں کی رفتار چلے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرے۔ آیت کے اس حصّہ میں گفتگو کے بارہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ گفتگو میں اپنی آواز نیچی رکھو۔ چیخ چلا کر آسمان سر پر نہ اُٹھالو۔

اونچی آواز کے ساتھ چیخنے چلّانے کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جانوروں میں سے سب سے بلند آواز گدھے کی ہوتی ہے۔ وہ ہر دم جا و بے جا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا رہتا ہے۔ مگر کسی کو بھی اُس کی آواز پسند نہیں آتی۔ اور تو اور گدھے کے مالک کو بھی اُس کی آواز نہیں بھاتی۔ اگر انسان اپنی آواز میں اعتدال پیدا نہ کرے اور گدھے سے بھی سبق حاصل نہ کرے تو بڑی بے وقوفی کی بات ہوگی۔ گدھا اپنی مکروہ آواز کی طرح اپنی حماقت میں بھی مشہور ہے۔ کسی کو احمق کہنا ہو تو بلا تکلف اُسے گدھا کہہ دیتے ہیں۔

جو کوئی اپنی فطری آواز سے بڑھ کر اونچے بولتا ہے۔ وہ بہت جلد تھک جاتا ہے۔ اُس کا گلہ بیٹھ جاتا ہے۔ سُننے والے اُس سے اُکتا جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے کانوں پر اُس کی آواز گراں گزرنے لگتی ہے۔ لہٰذا عقلمندی کا طریقہ یہی ہوگا کہ ہم بول چال میں آپس کی گفتگو میں، اور تقریر اور خطاب میں بھی آواز حد سے زیادہ بلند نہ کریں۔ اور گفتگو کی روش بھی درمیانی رکھیں تاکہ ہر کوئی ہماری گفتگو سے لطف اُٹھائے۔ اور کوئی پریشان خاطر نہ ہو۔

Marfat.com

(۲۶) مشورہ سے کام کیا کرو

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ

"کاموں میں ان سے مشورہ کر لیا کرو۔" (آل عمران ۳: ۱۵۹)

اللہ بزرگ و برتر نے سرورِ کائنات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔
"کاموں میں ان (اپنے ساتھیوں) سے مشورہ کر لیا کرو۔ پھر جب پختہ ارادہ کر لو۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (آل عمران ۳ : ۱۵۹)

حضور (فداہ ابی و امی) اللہ کے رسول تھے۔ وہ صاحبِ وحی تھے۔ آپ پر اللہ پاک کی طرف سے وحی اُترتی تھی۔ وہ کوئی کام اللہ کی مرضی اور منشا کے خلاف نہ کرتے تھے۔ خود اللہ کریم نے گواہی دی ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى "اور وہ اپنی خواہش اور مرضی سے بات نہیں کرتے۔" (سورۃ النجم) اس کے باوجود اُمت کی ہدایت کے لئے اور مثال قائم کرنے کے لئے حکم ہوا کہ ان سے مشورہ کر لیا کیجئے۔۔۔ قرآن مجید کی ایک مستقل سورۃ کا نام ہی سورۂ شوریٰ ہے۔ اس سے مشورہ کی اہمیت اور اس کا فائدہ واضح ہوتا ہے۔ اس سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے واضح لفظوں میں فرمایا ہے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ "اور وہ اپنے کاموں میں ایک دوسرے سے آپس میں مشورے کرتے ہیں۔" (شوریٰ ۴۲ : ۳۸)

جو کام بھی مشورہ سے کیا جائے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے کیونکہ مشورہ سے مختلف رائیں سامنے آجاتی ہیں۔ اور مسئلہ کا ہر پہلو واضح ہو جاتا ہے۔ ہر اختلاف اور ہر اچھائی برائی کھل جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جس سے مشورہ کیا جائے اس کی ہمدردی حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ مشورہ دینے والے کے بارہ میں حضور نے فرمایا کہ جس سے مشورہ کیا جائے وہ اپنے آپ کو امین سمجھے۔ مشورہ دینے میں بخل سے کام نہ لے۔ دیانتداری سے صحیح مشورہ دے۔ رازداری سے کام لے اور دوسرے کا راز افشا نہ کرے۔ کیونکہ مشورہ ایک امانت ہے۔ اور امانت میں کسی طرح کی خیانت روا نہیں۔

ایک اور خاص بات جو اوپر کی آیت میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ بس مشورے ہی نہ کرتے رہا کرو۔ بلکہ جب مشورہ کے بعد فیصلہ ہو جائے تو کام پر لگ جاؤ۔ پھر کسی رکاوٹ اور مشکل کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ پر توکل کرو۔ اور اپنی کوشش کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔

Marfat.com

(۲۷) درگذر کیا کرو

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝

"درگذر کرو۔ اور نیک کام کرنے کا حکم دو۔ اور جاہلوں سے کنارہ لو"۔ (الاعراف ۷ : ۱۹۹)

اللہ بزرگ و برتر نے اپنے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کے ذریعہ ان کی پوری اُمّت کو حکم دیا ہے کہ عفو کی راہ اختیار کریں یعنی انتقام اور بدلہ کی جگہ معافی و درگذر کی عادت بنالیں۔ جہاں تک ان کا حکم چلتا ہو اور جہاں جہاں انہیں اختیار حاصل ہو۔ وہ دوسروں کو نیک کام کرنے کا حکم دیں۔ لیکن نادان اور جاہل لوگوں سے اُلجھنے اور جھگڑنے کی بجائے ان سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور چاہیئے کہ معاف کردیں اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور بخش دے؟ اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

(النور ۲۴ : ۲۲)

کون ہے جو اللہ کی بخشش کا محتاج نہ ہو؟ کون ہے جو اس کی مہربانیوں کا طالب نہ ہو؟ اس کے رحم و کرم اور اس کی بخشش و رحمت کے بغیر تو ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے۔ لہٰذا ہم پر بھی لازم ہے کہ اس کے بندوں کے ساتھ عفو اور درگذر کرنا سیکھیں۔ انتقام اور سختی کی روش اختیار نہ کریں۔ اگر ہم نے اللہ کے بندوں کی خطاؤں سے درگذر نہ کیا تو اللہ کریم کی طرف سے عفو و درگذر کے اُمیدوار کیسے ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کی جو صفات بیان کی ہیں۔ ان میں عفو اور درگذر کی خصلت لازمی طور پر شامل ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ ۔۔۔ جو خوشحالی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں۔ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ اور لوگوں کا قصور معاف کردیتے ہیں۔ اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔" (آل عمران ۳ : ۱۳۴)

Marfat.com

(۲۸) وعدے پورے کرو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط

"اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو۔" (المائدہ ۵ : ۱)

اسلام نے ایفائے عہد کو ایک مسلمان کے لئے ہر حال میں ضروری قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا ہر وعدہ نبھانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا۔ مسلمان کی اس خوبی کو اُن کے دشمن اور غیر مسلم بھی تسلیم کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمان زبان دے کر کبھی نہیں پھرتا۔ وہ ہر حال میں وعدے پورے کرتا ہے۔

وعدے انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ یعنی کچھ ایسے وعدے ہوتے ہیں جو ہم ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ہم خود تو نہیں کرتے لیکن ہماری قوم یا ہماری حکومت کرتی ہے۔ اس صورت میں بھی ہم پر لازم ہو جاتا ہے کہ قوم کا ایک فرد ہونے کے اعتبار سے اور حکومت کے ایک شہری ہونے کے طور پر ہم اس اجتماعی وعدہ کو پورا کریں اور عہد شکن نہ بنیں۔ عہد توڑنے والے افراد کا کسی کی نگاہ میں کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ نہ عہد شکن قوم کی کوئی ساکھ رہتی ہے۔

کچھ وعدے ہم نے اپنے خالق و مالک سے کئے ہیں۔ ان وعدوں کو پورا کرنا ہم پر سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اللہ پاک نے ہماری رُوحوں سے دریافت فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) ہماری ارواح نے وعدہ کیا تھا قَالُوْا بَلٰی (کیوں نہیں۔ تو ہی ہمارا رب ہے) پھر کلمہ پڑھ کر ہم نے گواہی دی ہے "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" اسی طرح ہم اپنے بزرگوں کے ذریعہ کتنے ہی عہد کرتے ہیں ـــــ ان سب کا پورا کرنا فرض ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ ط اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا "وعدہ پورا کرو۔ کہ وعدہ کے بارہ میں پرسش ہوگی۔" (بنی اسرائیل ۱۷ : ۳۴)

Marfat.com

(۲۹) جاہلوں سے کنارہ کرلو

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ط

"اور جاہلوں سے کنارہ کرلو" (الاعراف ۷ : ۱۹۹)

جاہل اُردو زبان میں اَن پڑھ کو کہتے ہیں۔ لیکن عربی میں صرف اَن پڑھ کو جاہل نہیں کہتے۔ بلکہ نادان، بے وقوف اور ناسمجھ کو بھی جاہل کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو اس قدر ناتجربہ کار اور سادہ لوح ہو کہ جلد دھوکہ میں آجائے وہ بھی جاہلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسلام سے پہلے کے زمانہ کو اسی لیے دورِ جاہلیت کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگ نادانی میں گرفتار ہو کر بُت پرستی اور توہم پرستی کے شکار ہو گئے تھے۔ وہ بے جان مورتیوں کو معبود سمجھ بیٹھے تھے۔

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے "جاہلوں سے کنارہ کرلو۔" نادانوں کے ساتھ رہنا اپنی نادانی کی نشانی ہے۔ کیونکہ بے وقوف کے ساتھ لگ کر انسان خود بھی بے وقوفی کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ اور ناسمجھوں کی صحبت سے اگر ناسمجھ نہ بنے تو کم از کم ان کی ناسمجھی کے اثرات کا شکار ضرور ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان جیسی صحبت اور جیسی مجلس میں بیٹھے گا۔ اس پر اُس کا اثر ضرور پڑے گا۔ اور کچھ نہیں تو اُس پر نادانی اور ناسمجھی کی تہمت ضرور لگ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایک نشانی یہ بتلائی ہے۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ ——— اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا "اللہ کے بندے وہ ہیں ——— کہ جب جاہل اُن سے (جاہلانہ انداز میں) مخاطب ہوتے ہیں تو وہ انہیں "سلام" کہتے ہیں۔" یعنی اُن سے لگتے نہیں۔ نہ وہ اُن سے لڑتے ہیں۔ نہ اُن میں شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ کنارہ کر لیتے ہیں۔"

(الفرقان ۲۵ : ۶۳)

اگر کسی نادان اور ناسمجھ سے ٹکراؤ ہو جائے۔ اور وہ اُلجھنے لگے تو عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اُسے ٹال دے۔ اگر وہ کسی طور نہیں ٹلتا تو خود ہی ایک طرف ہو جائے۔ اس سے بحث میں نہ اُلجھے۔ کہ اس میں سراسر نقصان ہوگا۔ اور بحث سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

Marfat.com

(۳۰) جو کہتے ہو کرتے کیوں نہیں؟

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

"تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو۔ جو کرتے نہیں۔" (الصف ۶۱ : ۲)

قرآن مجید کی مشہور سورۃ الصف کی یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت ہمیں ہر دم اپنے سامنے رکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ — اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو؟ جو تم کرتے نہیں۔ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔" (الصف ۶۱ : ۲ و ۳)

ایمان داری کا تقاضہ ہے کہ انسان دوسروں کو جو کچھ کہے وہ خود کرکے دکھائے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ "دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت"۔ بھلا ایسے شخص کی بات کون مانے گا؟ اور کوئی اس کی باتوں پر کیسے عمل کرے گا؟ اس کی بات کسی کے دل میں کیسے اترے گی؟

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب تک ہم کامل اور مکمل نہ ہو جائیں، اس وقت تک نہ تبلیغ کریں اور نہ کسی کو اچھی باتوں کی تلقین کریں۔ بلکہ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ دوسروں کو ضرور نصیحت کرو اور ان نصیحتوں پر خود بھی عمل کرو۔

ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتے کرتے انسان خود پختہ ہو جاتا ہے۔ تبلیغ دراصل خود اپنی اصلاح کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔

یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہیئے کہ دوسرے لوگ ہماری زبان سے زیادہ ہمارے عمل کو دیکھتے ہیں۔ زبانی کلامی بات جلد بھول جاتی ہے۔ لیکن عمل اور نمونہ تادیر یاد رہتا ہے۔ لہٰذا جو کہو کرکے دکھلاؤ —— اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہی فرمایا تھا ——

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ "کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔" (البقرہ ۲ : ۴۴)

Marfat.com

(۳۱) سیدھی سچّی بات کرو

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا

"اور سیدھی (سچّی) بات کہا کرو" (الاحزاب ۳۳: ۷۰)

یہ پورا مضمون یوں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ ـــــ یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی بات کہا کرو۔ (اگر تم ایسا کروگے) اللہ تمہارے عمل درست کردے گا" ـــــ یعنی اعمال کی درستی کی شرطیں دو ہیں اوّل تو یہ کہ ہمارے دِلوں میں اللہ کا خوف اور پرہیزگاری کا جذبہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہم زبان کے کھرے ہوں۔ بات سیدھی سچّی کریں۔ اُلٹی سیدھی اور غلط سلط باتوں سے بچیں۔

جو چھوٹا بڑا سیدھی اور کھری باتیں کرے گا۔ اس کے کام سیدھے اور دُرست ہوجائیں گے۔

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط "(اے نبیؐ!) میرے بندوں سے کہہ دو۔ وہ ایسی باتیں کہا کریں۔ جو اچھی ہوں۔" (بنی اسرائیل ۱۷: ۵۳) اچھی بات ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ اور ناپسندیدہ بات اللہ کریم کو بھی ناپسند ہے اور بندے بھی پسند نہیں کرتے۔

اوپر "قَوْلًا سَدِیْدًا" کا حکم ہوا ہے۔ "قَوْلًا سَدِیْدًا" سے مراد ہے نہایت متوازن، سیدھی اور ایسی صاف بات جس میں کوئی کمی بیشی اینچ پینچ نہ ہو۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ جس میں ایسے الفاظ نہ استعمال کئے گئے ہوں جن سے کسی کو غلط فہمی ہوسکتی ہو۔ یا اُن کے غلط معنی نکل سکتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری کلام میں یہاں تک تاکید فرمادی ہے لَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط "اہلِ کتاب سے (بحث مباحثہ میں بھی) جھگڑا نہ کرو مگر اس طرح کہ وہ نہایت شائستہ اور عمدہ ہو" (العنکبوت ۲۹: ۴۶) مقصد یہ ہے کہ غیروں سے بھی بحث مباحثہ کے دوران گفتگو کا انداز نہایت باوقار اور شائستہ ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

(۳۲) دین کی تبلیغ کیسے کرو؟

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط

"اپنے رب کے راستہ کی طرف بلاؤ۔ دانشمندی اور اچھی نصیحت سے۔ اور اُن سے مناظرہ کرو تو بہت ہی اچھے طریقہ سے" (النحل ۱۶ : ۱۲۵)

دین کی تبلیغ کرنا ہر چھوٹے بڑے، مرد عورت، اور جاہل و عالم سب پر فرض ہے۔ تبلیغ کے معنیٰ پہنچانے کے ہیں۔ یعنی دین کی باتیں جو اپنے آپ کو معلوم ہیں۔ وہ ان لوگوں تک پہنچانا جنہیں ان کا علم نہیں۔ اس مقصد کے لئے کوئی بڑا عالم فاضل ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ جس شخص کو جتنا علم ہے وہ اسی قدر دوسروں تک پہنچا دے۔ یہ فریضۂ تبلیغ ہے۔ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً "میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی حکم کیوں نہ ہو۔" (الحدیث)

تبلیغ اگرچہ دوسرے کو کی جاتی ہے۔ لیکن دراصل اس سے انسان خود پختہ ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو سمجھانے سے اپنا ایمان بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور عمل بھی درست ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہم بُروں کو بُرا کہنا اور انہیں سمجھانا چھوڑ دیں۔ تو خود بُرائی میں گرفتار ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

تبلیغ کرنے کے لئے اس آیت میں تین اصول بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ لوگوں کو سچے دین اور درست راستہ کی طرف نہایت حکمت سے دعوت دی جائے۔ کسی کو طعنے دینا، بُرا بھلا کہنا، یا کسی کی تحقیر کرنا حکمت کی بات نہیں۔

۲۔ تبلیغ اچھی نصیحت سے کی جائے۔ یعنی بات کرنے کا انداز ناصحانہ ہو۔ خیر خواہی اور رہنمائی مطلوب ہو۔ ڈانٹنا اور دھمکانا پیش نظر نہ ہو۔

۳۔ اگر بحث مباحثے کی نوبت آجائے تو اس میں بھی احسن طریقہ اختیار کیا جائے یہ نہ ہو کہ بحث میں ادب اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

Marfat.com

(۳۳) اچھے کاموں کا حکم دو

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ

"اے بیٹے! نماز قائم کر (دوسروں کو) اچھے کام کرنے کا حکم دے۔ اور بُری باتوں سے منع کر۔" (لقمٰن ۳۱: ۱۷)

"معروف" ہر اچھی اور نیک بات کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ تقریباً چالیس مرتبہ آیا ہے۔ جو ایک لفظ اتنی بار استعمال ہوا ہو اور جس بات کا تذکرہ اس قدر تکرار کے ساتھ ہوا ہو اس کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہم صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو "اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف" کی تاکید کا اندازہ ہو۔

ایک جگہ فرمایا وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ "تو اچھے کام کرنے کا حکم دے" (لقمٰن ۳۱: ۱۷)

دوسری جگہ فرمایا وَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ "تم اچھے کاموں کا حکم دو" (حج ۲۲: ۴۲)

تیسری جگہ حکم دیا قُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا "تم ان سے اچھی بات کرو (نساء ۴: ۹)

نیک بندوں کے ذکر میں فرمایا یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ "وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں" (توبہ ۹: ۷۱)

پھر فرمایا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ "تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو" (آل عمران ۳: ۱۰۱)

اسی طرح فرمایا اٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ "(نیک بندے) اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں (توبہ ۹: ۱۱۲)

مزید فرمایا یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ "انہیں اچھے کاموں کا حکم دے" (اعراف ۷: ۱۵۸)

آخر میں ہم ایک اور آیت کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ "تم بہترین اُمت ہو۔ لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔" (آل عمران ۳: ۱۱۰) گویا ملت اسلامیہ کے "خیرِ امت" ہونے کی شرط یہ ہے کہ مسلمان اہلِ عالم کو نیکی کے کاموں کا حکم دیتے رہیں اور بُری باتوں سے روکتے رہیں۔

Marfat.com

(۳۴) افواہ کی تصدیق کرلیا کرو

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

" اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کرآئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (الحجرات ۴۹ : ۶)

امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا زمانہ افواہیں ہر صورت میں نقصان پہنچاتی ہیں۔ افواہ کے سلسلہ میں دو باتیں خاص طور پر سمجھ لینا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ افواہ کسے کہتے ہیں؟ اور دوسرے یہ کہ افواہیں کیسے پھیلتی ہیں!

افواہ ایسی خبر کو کہتے ہیں جو محض سُنی سنائی ہو۔ اس کی تصدیق نہ ہوئی ہو۔ اور وہ کسی یقینی ذریعہ سے حاصل نہ ہوئی ہو۔ عام طور پر ایسی خبریں پھیلانے والے بھی قابلِ اعتبار نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اگر کوئی معتبر آدمی بات کہے گا تو سچی بات کہے گا۔ اس کی بات بے بنیاد افواہ ہرگز نہ ہوگی۔

افواہیں عام طور پر جنگ کے زمانہ میں یا افراتفری کے دور میں دشمن کی طرف سے پھیلائی جاتی ہیں۔ تاکہ لوگوں کے اندر خوف و ہراس پیدا ہو۔ اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں۔ کبھی نادان دوست اور کمزور ایمان والے لوگ بھی افواہیں پھیلانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لیکن کسی صورت میں بھی افواہوں سے خرابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ بزرگ و برتر نے یوں ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ــــ نٰدِمِيْنَ ۝ " اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکار (فاسق) کوئی خبر (افواہ) لے کر آئے۔ تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ (غلط افواہ کی بنا پر) تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو۔ پھر اپنے کئے پر تمہیں نادم و شرمسار ہونا پڑے۔ " (الحجرات ۴۹ : ۶)

واقعی اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ سُنی سنائی باتوں اور افواہوں پر یقین کرنے سے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور غلط فہمی کے نتیجہ میں بڑے بڑے نقصان ہو گئے ہیں۔ پھر بعد میں شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے

Marfat.com

(۳۵) لڑنے والوں کی صلح کرادیا کرو

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

"تمام مومن مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔" (الحجرات ۴۹ : ۱۰)

آپس میں اختلاف پیدا ہوجانا کوئی اَن ہونی بات نہیں۔ کبھی غلط فہمی سے یا کبھی ناسمجھی سے، اور کبھی ایک کی غلطی سے دوسرے کو شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر حوصلہ سے کام نہ لیا جائے۔ اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو اسی سے جھگڑے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ بھائیوں کے درمیان ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

بھائی صرف خون کے رشتے کے نہیں ہوتے۔ دین و ایمان کا رشتہ سب سے بڑا رشتہ ہے۔ ہمارے حضورؐ (فداہ ابی و امی) کے ساتھیوں نے ایک دوسرے کو ماں جائے سے زیادہ سمجھا۔ مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجر ایک دوسرے کے ایسے بھائی بھائی بن گئے۔ کہ ان کے درمیان کوئی اجنبیت باقی نہ رہی۔ وہ بالکل یک جان دو قالب ہوگئے۔

اگر کسی وقت دو مسلمان بھائیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوجائے اور بدقسمتی سے وہ جھگڑے کی صورت اختیار کرلے تو ایسے حالات میں دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ لڑنے والوں کا تماشہ نہ دیکھیں۔ بلکہ آگے بڑھ کر جھگڑے کو روکیں۔ اور ان کے بیچ میں پڑ کر صلح کرادیں۔ اس سلسلہ میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا ـــــ اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ اگر ان میں سے ایک دوسرے سے زیادتی کرے۔ تو تم زیادتی کرنے والے کے خلاف نبرد آزما ہوجاؤ۔ یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کے آگے جھک جائے۔ اور جب وہ جھک جائے تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کرادو۔ تم انصاف سے کام لو۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (الحجرات ۴۹ : ۹)

Marfat.com

(۳۶) انصاف کرو

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

"بیشک اللہ حکم دیتا ہے۔ انصاف اور حسنِ سلوک کرنے کا۔" (النحل ۱۶ : ۹۰)

قرآن حکیم میں انصاف کو "عدل" اور "قسط" کے لفظوں سے یاد کیا گیا ہے۔ اور انصاف کرنے والے (منصف) کو عادل اور مُقسِط کے الفاظ سے سراہا گیا ہے۔ انفرادی اخلاق ہوں۔ یا اجتماعی کردار۔ معاشرت اور رہن سہن کے طور طریقے ہوں یا سیاسی نظام۔ زندگی کے ہر معاملے میں عدل سب سے مقدم ہے۔ اللہ کریم نے جس قدر عدل و انصاف کی تاکید فرمائی ہے غالباً اتنی کسی اور بات کی تاکید نہیں کی۔ کیونکہ عدل و انصاف نہ رہے تو ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ سلطنتیں ختم ہو جاتی ہیں اور قومیں برباد ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی "تم انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔" (المائدہ ۵ : ۸)

پھر فرمایا اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے لگو۔ تو انصاف سے فیصلے کیا کرو۔" اس کے ساتھ ہی فرمایا "اللہ تمہیں اس کی بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔" (النساء ۴ : ۵۸)

انصاف کرنے والے کا امتحان اس وقت ہوتا ہے۔ جب ایک طرف کوئی اپنا ہو۔ اور دوسری طرف غیر۔ اور انصاف کا تقاضہ ہو کہ اپنے کے خلاف فیصلہ دے۔ ایسے حالات میں ارشاد خداوندی ہے۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ ــــ "تمہیں (کسی دوسری) قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔ (نہیں) انصاف کرو۔ کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔" ــــ (المائدہ ۵ : ۸) اس سے بھی بڑھ کر فرمایا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ ــــ "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔ اور سچی گواہی دو۔ خواہ (اس انصاف میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی امیر ہے یا غریب۔ اللہ ان کا خیر خواہ ہے۔ تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔" (النساء ۴ : ۱۳۴)

Marfat.com

(۳۷) مجلس کے آداب کا لحاظ رکھو

اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ

جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو۔ تو کھل کر بیٹھ جایا کرو (المجادلہ ۵۸ : ۱۱)

اٹھائیسویں پارہ کی اس آیت میں آدابِ مجلس میں سے دو اصولوں کا خاص طور سے ذکر ہوا ہے۔ اور یہ دونوں بہت ہی ضروری باتیں ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو ان کا خیال رکھنا چاہیئے۔ پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے :۔

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کشادہ ہو کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو۔ اللہ تمہیں کشادگی بخش دے گا۔ اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جایا کرو۔ جو تم میں سے ایمان والے ہیں۔ اور جنہیں علم دیا گیا ہے۔ اللہ ان کے درجے بلند کر دے گا۔"

بزرگانِ دین نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو آدابِ مجلس مقرر کئے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

مجلس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ، یہ نہیں کہ کود پھاند کر، لوگوں کو چیر پھاڑ کر، اور دوسروں کے سروں پر سے گذر کر آگے پہنچنے کی کوشش کرو۔ اگر آگے بیٹھنے کا شوق ہے تو پہلے آؤ۔ بعد میں پہنچکر دوسروں کو تکلیف نہ دو۔

جگہ کم ہو تو گذارہ کرنے کے لئے سکڑ سمٹ کر بیٹھو۔ کھل کر اور پھیل کر بیٹھو گے تو دوسروں کو تکلیف ہوگی۔ کسی دوسرے کو تکلیف دینا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

کسی مجلس میں آؤ تو پہلے سلام کرو۔ لیکن وعظ ہو رہا ہو یا درس و تدریس جاری ہو۔ یا خطبہ پڑھا جا رہا ہو۔ تو خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ تاکہ درمیان میں مداخلت نہ ہو۔

صدرِ مجلس کا حکم مانو۔ بیٹھنے یا جانے کے بارہ میں جیسے کہا جائے، اس پر عمل کرو۔ اس سے نظم و نسق پیدا ہوتا ہے اور قومی کردار اچھا ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۳۸) یتیموں کی خیر خواہی کرو

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط

"اے نبی کہہ دو۔ (جس کام میں) یتیموں کی بہتری ہو۔ وہی بہتر ہے"۔ (البقرہ ۲: ۲۲۰)

مندرجہ بالا ارشادِ الٰہی ایک اہم سوال کے جواب کا حصّہ ہے۔ صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے یتیموں کے بارہ میں سوال کیا۔ سوال کچھ اس قسم کا تھا کہ ننھا یتیم اگر کسی کی نگرانی میں ہو۔ اور یتیم کی کچھ جائداد، غلہ یا مال و دولت ہو۔ ایسے میں اس کا مال اپنے مال میں، اور اس کا کھانا اپنے کھانے میں یکجا کر لیا جائے۔ یا ہر چیز جدا رکھی جائے؟ جواب میں ارشاد ہُوا۔

"کہہ دو جس کام میں یتیم کی بہتری ہو۔ وہی بہتر ہے۔ اور اگر اُن سے مِل جُل کر رہو (خرچ اکٹھا کرو تو بھی کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ اور اللہ اگر چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے"۔ (البقرہ ۲: ۲۲۰)

اس واضح حکم کے باوجود اگر کوئی شخص کسی یتیم کا مال خورد بُرد کرتا ہے تو اسے یہ آیت یاد رہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰىٓ اَمْوَالَهُمْ ـــــ "اور یتیموں کے مال ان کے حوالے کر دو۔ اور پاک مال حرام مال سے نہ بدلو۔" مزید فرمایا " ان کے مال اپنے مال میں ملا کر خورد برد نہ کرو۔ کہ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔" مزید تنبیہہ فرمائی "اُن کے بڑا ہو جانے کے اندیشہ سے فضول خرچی کے ساتھ ان کا مال جلدی جلدی نہ کھا پی ڈالو۔" آگے چل کر ارشاد ہُوا۔" جو لوگ ناحق یتیموں کا مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں۔ اور عنقریب وہ دوزخ میں پڑیں گے۔" ـــــ (سورۃ النساء ۴: ۲ تا ۱۰) ـــــ ان تمام شدید احکام کے ساتھ یہ ارشاد بھی ہے۔

"اور مال جسے اللہ تعالیٰ نے (ایک طرح کا) سہارا بنا دیا ہے۔ ان یتیموں کے حوالے نہ کرو جو کہ کم عقل ہوں۔ ہاں ان کے کھانے پینے میں صرف کرو۔ اور انہیں نرمی سے سمجھا دو۔ (النساء ۴: ۶) کیونکہ مقصود تو اصلاحِ احوال ہے۔ جیسے بھی ممکن ہو۔

Marfat.com

(۳۹) مقروض کو مہلت دو

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا
خَيْرٌ لَّكُمْ ۙ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے فراخی تک مہلت دیدو۔ اور اگر اسے (قرضہ) معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم سمجھو۔" (البقرہ ۲ : ۲۸۰)

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ایسا ہوگا۔ جسے زندگی میں کبھی کسی سے کچھ اُدھار لینے کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ امیر ہو یا غریب کبھی نہ کبھی اُسے کوئی شدید مجبوری آ ہی جاتی ہے۔ ایسے میں اگر ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں اور ضرورت میں کسی کو قرضہ حسنہ نہ دیں تو کیسے کام چلے گا۔

خود حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت میں اُدھار لیتے تھے۔ مگر واپسی کے لئے وعدہ کی پابندی کا پورا پورا خیال رکھتے۔ حضورؐ ضرورت مندوں کی امداد میں سب سے پیش پیش رہتے۔ یہاں تک کہ اپنے پاس کچھ نہ ہوتا۔ تو کسی سے اُدھار لے کر دے دیتے۔ یعنی کسی کو اُدھار دینے کے لئے خود دوسرے سے اُدھار لے کر اس کے مقروض ہو جاتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا اور جیسے بن پڑتا کسی کو مایوس نہ فرماتے۔

سورۃ البقرہ کے آخری حصّہ میں پورا ایک مدکوع قرضہ دینے اور اس کے قواعد وضوابط کے بیان پر مشتمل ہے۔ جس میں چھوٹی چھوٹی باتیں بالکل واضح کر دی گئی ہیں۔ تاکہ گڑبڑ کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ چند باتیں آپ بھی نوٹ کر لیجئے۔

"اے ایمان والو! جب کسی کو مقررہ مدّت کے لئے قرض دو تو لکھ لیا کرو۔

لکھنے والا قرضہ کا کاغذ انصاف سے لکھے۔ اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔

قرض کی دستاویز مقروض خود لکھوائے اور اگر وہ کم سمجھ یا کمزور ہو اور نہ لکھا سکتا ہو تو اس کا وارث لکھائے۔

قرض کے کاغذ پر دو مردوں کی گواہی ڈلوائی جائے۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی۔

گواہ کبھی گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔ اور گواہوں کو ان کی گواہی کے باعث نقصان نہ پہنچایا جائے۔

قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی دستاویز لکھنے لکھانے میں سستی نہ کرو۔" (خلاصہ البقرہ رکوع ۳۹)

Marfat.com

(۴۰) پُورا تولو۔ پُورا ناپو

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

جب ناپ کر دو تو پیمانہ پورا بھر کر دو (تولنا ہو) تو ترازو سیدھی رکھ کر تولو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔" (بنی اسرائیل ۱۷ : ۳۵)

ناپ تول کے بارہ میں اس قدر واضح حکم کے باوجود ایک دوسری آیت میں یہی ارشاد اللہ پاک نے یوں دُھرایا ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝

"(جب ناپو تو) پیمانہ بھر کر دیا کرو۔ دوسروں کو نقصان پہنچانے والے نہ بنو (جب تولو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولو۔" (الشعراء ۲۶ : ۱۸۱ و ۱۸۲)

تول میں کمی بیشی کرنا انصاف اور ایمان والوں کے خلاف ہے۔ اور کوئی انصاف پسند، دیانت دار ایسی حرکت سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایک سچے مسلمان سے ہم ہرگز توقع نہیں کر سکتے۔ کہ وہ یہ جُرم کرے گا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ "ایک دیانت دار تاجر کا حشر شہداء اور صالحین یا نبیوں اور رسولوں کے گروہ میں ہوگا۔" اب ہمیں خود اندازہ کر لینا چاہیئے کہ جو تاجر بد دیانت ہوگا اُس کا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔

قدیم شہر مدین کا نام آپ نے سُنا ہوگا۔ اس کے باشندے ناپ تول میں بد دیانت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ جب نبیؑ کی پوری کوشش کے باوجود ان لوگوں نے اس بد دیانتی سے توبہ نہ کی تو اُن پر آسمان سے عذاب ٹوٹا۔ اور زلزلہ کے شدید جھٹکے آئے۔ یوں وہ تباہی کا شکار ہوگئے۔ اور ایسے مٹے کہ نام و نشان تک نہ رہا۔ قرآن مجید کی سورۂ ھود، سورۂ شعراء، سورۂ اعراف اور دوسرے حصوں میں اس بدنصیب قوم کا بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ تاکہ اللہ کی آخری کتاب پڑھنے والے عبرت حاصل کریں۔

Marfat.com

اللہ کے حکم

قرآن حکیم کی ۴۰ نہی

Marfat.com

Marfat.com

(۱) شرک نہ کرو

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ ط

"بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔" (لقمٰن ۳۱ : ۱۳)

حضرت لقمٰنؑ نے بیٹے کو یہ وصیت و نصیحت کرتے ہوئے صاف لفظوں میں تنبیہ کر دی کہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ "بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ شرک یقیناً بڑا اعلیٰ ظلم ہے۔"

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ شرک کسے کہتے ہیں؟ شرک کے معنی ہیں شریک کرنا یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات یا قدرتوں اور حکموں میں شریک سمجھنا یا کسی کو اس کے برابر یا اس کے مدِ مقابل قرار دے لینا۔ جبکہ اللہ کی ذات ہر لحاظ سے یکتا ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ نہ مدِ مقابل ہے کوئی اُس جیسا نہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مخلوق اپنے خالق کے برابر ہو جائے؟

شرک ایک ظلمِ عظیم ہے۔ واقعی اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا کہ کوئی بندہ اپنے خالق و مالک کا حق چھین لے۔ کسی کو اس کی صفات دے دے یا کسی کو اس کی قدرتوں کا مالک بنا بیٹھے۔ یا اپنے باطل گمان میں کسی کو اس کی خدائی میں ساجھی بنا لے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کو بخشش سے محروم قرار دے دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ — "اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنا لیا جائے۔ اس کے سوا اور جس (گناہ) کو چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا وہ (صحیح) راہ سے دُور جا پڑا (النساء ۴ : ۱۱۶)

ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے:-

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ۝ "اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ پکارنے لگنا۔ ورنہ (دوسرے مشرکوں کی طرح) تم بھی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔" (الشعراء ۲۶ : ۲۱۳)

اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے کو شرک سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

(۲) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

" اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک. اللہ کی رحمت سے تو کافر نا امید ہوا کرتے ہیں۔"

(یوسف ۱۲ : ۸۷)

یہ آیت سورۂ یوسف کے آخری حصہ میں ہے. حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات آپ نے ضرور پڑھے ہوں گے. وہ بہت ہی خوبصورت تھے. اور بچپن ہی سے نیک خصلت تھے. ان کے سوتیلے بھائی ان کی خوبیوں کے باعث ان سے جلنے لگے. اور انہیں دھوکہ سے جنگل لے گئے. ان بھائیوں نے انہیں ایک کنویں میں گرا کر اپنی طرف سے ان کا کام تمام کر دیا. اور اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو آکر جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے. یقین دلانے کو جھوٹ موٹ خون میں لتھڑا ہوا کرتہ لاکر دکھا دیا.

اس واقعہ کو کئی برس گذر گئے. حضرت یعقوبؑ کو اپنے چہیتے بیٹے حضرت یوسفؑ کا کچھ پتہ نہ چلا. وہ ان کے غم میں بےحد روتے تھے لیکن وہ کبھی مایوس نہیں ہوئے. انہوں نے اُن بیٹوں سے کہا جاؤ تلاش کرو. مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے. ان لوگوں نے مذاق اڑایا. تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کی زبانی کہلایا.

" اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو. بیشک اس کی رحمت سے
کافر مایوس ہوا کرتے ہیں۔"

اسی سلسلہ میں اللہ پاک نے اپنے آخری نبی دو جہان کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہی حکم دیا ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ " اے میرے وہ بندو. جنہوں نے (غلطیاں کرکے) اپنے اوپر زیادتی کی ہے. اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو. کیونکہ اللہ تمام غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے. بیشک وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے. (الزمر ۳۹ : ۵۳)

Marfat.com

(۳) شہید کو مُردہ نہ کہو

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہنا۔ بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔
لیکن تم نہیں جانتے (البقرہ ۲: ۱۵۲)

اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا دینے والے مرتے نہیں۔ بلکہ وہ جان دے کر حقیقی زندگی پا لیتے ہیں۔ ان کی زندگی حیاتِ جاوید بن جاتی ہے۔ اِسی لئے انہیں مقتول یا مُردہ نہیں بلکہ شہید کہا جاتا ہے۔

اللہ کی راہ سے کیا مراد ہے؟ سیدھا سادہ جواب ہے۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینا اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے، اسلامی ریاست کے تحفظ کے لئے، دفاعِ وطن کے لئے، مسلمانوں کی جان و مال، اور آبرو کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جانا جہاد ہے اور اس راہ میں جان دینے والا شہید ہے۔ زندۂ جاوید ہے۔

شہادت کا درجہ کتنا بلند ہے؟ اور شہید کا مرتبہ کتنا اونچا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کر لیں کہ شہید کو غسل دینے کی ضرورت ہے۔ نہ کفن پہنانے کی حاجت ہے۔ اللہ پاک کو اس کا خون آلود جسم، اور خاک و خون میں لتھڑے کپڑے ہی مقبول و محبوب ہیں۔ اور تو اور قبر میں اس کے جسم کو نہ کیڑے چھیڑتے ہیں نہ مٹی خراب کرتی ہے۔ شہیدوں کے متعلق قرآن مجید کی ایک اور آیت میں یوں آتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ "جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرے ہوئے نہ سمجھ بیٹھنا۔ بلکہ وہ تو اللہ کے نزدیک زندہ ہیں۔ انہیں رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے بخش رکھا ہے وہ اس میں خوش ہیں ——"

(آل عمران ۳: ۱۶۹ و ۱۷۰)

Marfat.com

(۴) جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار نہ کرو

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان ہو جائے۔ تو یادِ الٰہی (نمازِ جمعہ) کے لئے جلدی کرو۔ اور کاروبار چھوڑ دو۔ اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے"

(الجمعہ ۶۲ : ۹)

دوسری آیت میں مزید فرمایا۔ "جب نماز ہو چکے تو اپنی راہ لو۔ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔" اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ "اور جب یہ لوگ سودا بکتا ہوا۔ یا تماشہ ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں۔ اور تمہیں کھڑے کا کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ کہہ دو! جو چیز اللہ کے ہاں ہے۔ وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (الجمعہ ۶۲: ۹ تا ۱۱)

سورۂ جمعہ کی ان آیات سے مندرجہ ذیل احکام و مسائل نکلتے ہیں۔

۱۔ نمازِ جمعہ دوسری نمازوں کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا اذان سن کر کاروبار اور خرید و فروخت بند کر دینا واجب ہے۔

۲۔ اذان کے بعد نماز کی ادائیگی اور ذکرِ الٰہی کے لئے مسجد کی طرف لپکنا چاہیئے۔

۳۔ نماز اور خطبہ جمعہ کے وقت مسجد چھوڑ کر کاروبار یا کھیل تماشہ میں شریک ہونا ایک اچھے مسلمان کا کام نہیں۔

۴۔ نماز کے بعد چھٹی ضروری نہیں بلکہ روزی کمانے میں لگ جانا چاہیئے۔ اور اس حال میں بھی اللہ کی یاد نہیں بھولنی چاہیئے۔ روزی کمانا اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے

۵۔ ایک مسلمان کے لئے ان احکام کی پابندی ہی بہتر ہے۔ رزق رساں اللہ ہے۔

Marfat.com

(۵) حلال کو حرام نہ بنالو

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط

" اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ ان کو حرام نہ بنالو۔ اور حد سے زیادہ نہ بڑھو" ساتھ ہی فرمایا "یقیناً حد سے بڑھنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

(المائدہ ۵ : ۸۷)

حلال سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ نے جائز قرار دیا ہے اور ان کے استعمال کی اپنے بندوں کو عام اجازت دے دی ہے۔ اور حرام ان چیزوں کو کہتے ہیں جنہیں ناجائز فرما دیا ہے۔ یعنی اُن سے روک دیا ہے۔ اب حلال کو حرام سمجھنا اور حرام کو حلال کی طرح استعمال کرنا اپنی حد سے آگے بڑھنے والی بات ہے جو اللہ کو کسی طرح پسند نہیں۔ اس سے دین کی بنیادیں ہل جاتی ہیں اور معاشرہ کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔

حرام چیزوں میں سرِ فہرست ہیں۔ " مُردار جانور، خون، سُور کا گوشت، اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔" (البقرہ ۲ : ۱۷۳)۔ اسی طرح کچھ اور جانور حرام ہیں۔ جن کا ذکر واضح طور پر کلام اللہ میں موجود ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کسی کا ناجائز مال، لوٹ کھسوٹ اور رشوت کا مال صریح طور پر حرام ہے۔ کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ حرام چیزوں کی طرف دیکھے بھی۔

ارشادِ الٰہی ہے کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا " جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ۔ (البقرہ ۲ : ۱۶۸) ایک دوسری جگہ یوں فرمایا کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا " اور جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ۔" (المائدہ ۵ : ۸۸)

خلاصہ یہ ہوا کہ حلال اور طیب خوشی سے کھاؤ۔ حرام کے قریب نہ جاؤ۔ نہ حرام کو حلال بنالو۔ نہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لو۔

Marfat.com

(۶) قسم نہ توڑو

لَاتَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا

پکی قسمیں کھانے کے بعد ان کو نہ توڑو۔ (النحل ۱۶: ۹۱)

سورۂ نحل چودھویں پارہ کی مشہور سورۃ ہے۔ اس کی دو آیات میں اسی حکم کی تفصیل مذکور ہے۔ ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "اور اللہ سے وعدہ کر لینے کے بعد اسے پورا کرو (یعنی اللہ کی قسم کھانا اللہ سے وعدہ کر لینے کے برابر ہے۔ لہٰذا) پختہ قسمیں کھانے کے بعد ان کو نہ توڑو۔ اور تم تو اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔" اس دوسری آیت پر خاص طور سے توجہ دیجئے۔ قسمیں توڑنے والے کی حالت کس کے مشابہ بیان ہوئی ہے؟ فرمایا "اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محنت سے سوت کاتا (مگر خود ہی اپنے ہاتھوں) اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔" (النحل ۱۶: ۹۱ و ۹۲)

یہ آیات کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ واقعی قسم کھانے والا اپنے بیان اور اعلان کے لئے اللہ کو ضامن ٹھیراتا ہے۔ اور دوسرا آدمی اس پر اسی لئے اعتبار کر لیتا ہے کہ وہ اللہ کو درمیان میں لے آیا ہے۔ اب اگر وہ قسم توڑتا ہے۔ تو صرف یہی نہیں کہ اپنے قول قرار سے پھرتا ہے بلکہ دراصل وہ اللہ کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے اپنی بے دلیل اور بے بنیاد بات کے لئے جھوٹ موٹ قسم کھائی مگر اسے بھی توڑ دیا۔ جیسے کوئی بڑھیا بصد مشکل سوت کاتے۔ اور پھر خود ہی اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

اول تو انسان کو ایسی بات ہی نہ کرنی چاہیئے جس کے لئے اس کے پاس دلیل نہ ہو یا لوگ اس پر اعتبار نہ کرتے ہوں اور اسے قسم کا سہارا لینا پڑے۔ اور اگر قسم کھائی ہے تو اسے بہر حال نبھانا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے باز پرس نہیں کرے گا۔" وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ "لیکن وہ تم سے تمہاری پختہ قسموں پر (ضرور) پرسش کرے گا۔" پھر فرمایا (اگر کوئی شخص سنجیدگی سے قسم کھا کر توڑ دے گا) "اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا ہے۔ جو اوسط درجہ کا کھانا تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے پہنانا۔ یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ (بھی) میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھا لو (اور اسے پورا نہ کر سکو) تمہیں چاہیئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔" (المائدہ ۵: ۸۹)

Marfat.com

(۷) بے حیا نہ ہو جاؤ

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج

"اور اللہ منع فرماتا ہے بے حیائی سے، بُری حرکتوں سے، اور سرکشی سے (النحل ۱۶ : ۹۰)

تہذیب و شرافت اور اخلاقی درستی و نادرستی کا بہت حد تک انحصار انسان کی حیا پر ہے۔ اس لئے کہ جس انسان کے دل میں حیا ہوتی ہے وہ ہر بُرائی اور بداخلاقی سے بچتا ہے۔ اس سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اس سے لجاتا شرماتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ انسان بے حیا ہو جائے تو پھر اس کے لئے گناہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔ اور وہ کسی بُرائی کو بُرائی نہیں سمجھتا۔ اس صورت میں توبہ کرنے اور گناہ سے باز رہنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔ "حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔" اسی طرح حضورؐ نے فرمایا "جب حیا باقی نہ رہے تو جو چاہو کرتے پھرو"۔ "حیا" کے معنیٰ ہیں گناہ اور بُرائی سے دل میں نفرت کا پیدا ہونا جس کا اظہار ندامت و شرمندگی سے ہوتا ہے۔ جب دل میں شرمساری ہوتی ہے تو نگاہیں بھی شرمندگی سے جُھک جاتی ہیں۔ چہرہ پر بھی اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بے حیا انسان بالکل ڈھیٹ بن جاتا ہے۔ اس پر کسی لعن طعن، ڈانٹ ڈپٹ، اور فہمائش کا اثر نہیں ہوتا۔ پھر ایسے انسان کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج "اور تم بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ خواہ وہ کُھلے ہوں یا چُھپے ہوں"۔ (الانعام ۶ : ۱۵۱) مختصر یہ کہ غیرت، شرافت، اور اخلاقی برتری کا دارومدار حیا پر ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اچھی باتوں اور نیکی کے کاموں سے ہچکچانا حیا نہیں۔ جیسے بعض آدمی اذان دینے سے اور دوسروں کو تبلیغ کرنے سے شرماتے ہیں۔ اور اسے حیا سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

(۸) بدظنی سے بچو

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا

"بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔" (الحجرات ۴۹: ۱۲)

اس آیۂ مبارکہ میں "ظن" سے پرہیز کرنے کی ہدایت دی گئی ہے "ظن" کے معنیٰ ہیں گمان اور اندازہ کرنا، قیاس اور تخمینہ لگانا ـــــ انسانی قیاس اور گمان اچھا بھی ہوتا ہے۔ اور برا بھی۔ کبھی دوسروں کے بارہ میں ہم نیک گمان کرتے ہیں۔ کبھی بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں اور خود بخود ہی غلط قیاس کر کے غلط فیصلے کر بیٹھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ہم کسی کے دل کو نہیں پڑھ سکتے۔ لہٰذا اگر تحقیق کے بجائے محض گمان اور قیاس سے کام لینا شروع کر دیں تو اس بات کا بڑا امکان ہے کہ ہمارا خیال غلط ہو۔ اور اس کے نتیجہ میں ہمارے تمام فیصلے غلط ہو جائیں۔ چنانچہ جو طالب علم اصل کتاب پڑھنے کے بجائے محض "گیس پیپر" پڑھتے ہیں۔ وہ اکثر ناکام رہتے ہیں۔ چونکہ گیس محض ایک گمان اور خیال ہوتا ہے۔ جو صحیح بھی نکل سکتا ہے اور بالکل غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر کام میں، اور زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کی بنیاد تحقیق پر رکھنی چاہیئے۔

دوسرے یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

ظَنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا

"اہلِ ایمان کے ساتھ نیک گمان رکھو۔"

ـــــ "اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط

ـــــ جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان، آنکھ اور دل ان سب (کے بارہ میں تجھ سے) باز پرس ہو گی۔" (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۶)

لہٰذا اپنے دل و دماغ کو کبھی بھی بدگمانی کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

(۹) غیبت نہ کرو

لَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ
مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ سو تم اس سے ضرور نفرت کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔" (الحجرات ۴۹ : ۱۲)

"غیبت" کے معنی ہیں کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی بُرائی کرنا۔ خواہ اس کے اندر واقعی وہ بُرائی موجود ہو۔ اس لئے کہ اگر یوں ہی کسی کے بارہ میں ایسی بات کہہ دی جائے۔ جو حقیقت اور واقعہ کے خلاف ہو تو اُسے بہتان کہتے ہیں۔ جو ایک شدید جُرم ہے۔

غیبت یہ ہے کہ انسان بلاضرورت کسی کی بُرائیاں اس کے پیٹھ پیچھے دوسروں سے بیان کرتا پھرے خصوصاً ایسی باتیں جو اس کے سامنے تو بیان نہ کرے لیکن اس کی عدم موجودگی میں دوسروں کے آگے اُن کا چرچا کرے۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے پسِ پشت اس کی وہ بُرائیاں دوسروں سے نہ کہو جو تم اس کے سامنے بیان کرو تو اُسے ناگوار گذرے۔

ایک بار پھر ارشادِ الٰہی کو دوبارہ پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو کس قدر گھناؤنا جُرم قرار دیا ہے۔ کہ اسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے سے مُشابہ بیان فرمایا ہے۔ کوئی سنگ دِل سے سنگ دِل انسان بھی یہ پسند نہ کرے گا۔ کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے اور پھر مرے ہوئے بھائی کا۔

کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی بُرائیاں بیان کرنے سے اس کی بدنامی تو خوب ہو جاتی ہے۔ لیکن اصلاح ہرگز نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ آپس میں اختلاف اور دشمنی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی اپنی بدنامی برداشت نہیں کرتا۔

Marfat.com

(۱۰) جھوٹ نہ بولو

اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ۝

بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ناشکرا ہے" (الزمر ۳۹ : ۳)

یہی اعلان ایک دوسری سورۃ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ۝

بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ، جھوٹا ہے"۔ (المومن ۴۰ : ۲۸)

گویا جھوٹے کبھی ہدایت نہیں پاتے۔ وہ ہمیشہ محروم ہدایت رہتے ہیں اور انہیں سیدھی راہ میسّر نہیں آتی۔

قرآن مجید میں کاذب (جھوٹے) کی مذمّت کم و بیش ۳۶ جگہ مذکور ہے۔ اور کذب (جھوٹ) کی برائی اور خرابیوں کا ذکر ۱۴۹ مقامات پر مختلف آیات میں ہوا ہے۔ غالباً کسی اور برائی کی مذمّت اس قدر نہیں ہوئی۔ واقعی جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس ایک جرم سے ہزار جرم جنم لیتے ہیں۔ کیونکہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے انسان کو دس اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

مبارک ہیں وہ جو کسی حال میں جھوٹ نہیں بولتے۔ جھوٹوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور جھوٹے کام نہیں کرتے۔ نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی ایک نشانی یہی بیان فرمائی ہے ــــ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ ــــ الَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ " اللہ کے بندے وہ ہیں ــــ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے"

جھوٹا انسان ہر ایک کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔ اُسے ہر جگہ رسوائی اور ذلّت کا سامنا ہوتا ہے۔ نہ کوئی اس کی بات سُنتا ہے۔ نہ اس کے بیان پر کان دھرتا ہے۔ شریعت کا فیصلہ ہے کہ اُس کی گواہی کوئی عدالت قبول نہ کرے۔ خود غور کریں ایسی زندگی کس کام کی جس میں انسان کی اس قدر رسوائی اور بے عزّتی ہو۔

Marfat.com

(۱۱) غرور نہ کرو

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ط

"اور لوگوں کے آگے (غرور) سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی اترانے والے، غرور کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔" (لقمٰن ۳۱ : ۱۸)

یہ اس نصیحت اور وصیت کا ایک اہم حصہ ہے جو حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھی۔ اور وہ قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں محفوظ ہو گئی۔ اللہ رب العزت کو فخر و غرور اور شیخی و تکبر کسی طور پسند نہیں۔

عام طور پر انسان دنیوی ترقی، مال و دولت، حُسن و جمال، قوت و طاقت یا اپنی کامیابی و کامرانی پر اترانا شروع کر دیتا ہے حالانکہ "دنیا اور دُنیا کی زندگی محض ایک کھیل تماشا ہے۔ اس تمام زیب و زینت، فخر و غرور، اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال و دولت کی خواہش کی مثال ایسے ہے۔ جیسے بارش ہو۔ جس سے کھیتی اُگتی ہے۔ اور کسان کو کھیتی بہت بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خوب زوروں پر آتی ہے۔ (لیکن) پھر دیکھتے دیکھتے زرد پڑ جاتی ہے۔ آخر چورا چورا ہو جاتی ہے ——— دراصل دنیا کی پوری زندگی فقط ایک متاعِ فریب ہے۔" (الحدید ۵۷ : ۲۰)

اسی سورۃ میں دوبارہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ "اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اِترایا نہ کرو۔ اللہ کسی اترانے والے، شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" (الحدید ۵۷: ۲۳،۲۲)

قادرِ مطلق اللہ بزرگ و برتر کے آگے انسان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ انسان کا غرور کرنا محض ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ عربی زبان میں غرور کے معنی ہی دھوکہ اور فریب کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس دھوکہ سے محفوظ رکھے۔ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۱۲) شیخی باز نہ بنو

لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ

اللہ پاک تمہیں نعمتیں عطا فرمائے تو اُن پر تم اِتراؤ نہیں۔" (الحدید ۵۷ : ۲۳)

یہ آیۂ مبارکہ ہم اس سے پہلے صفحہ پر بھی نقل کر چکے ہیں۔ جس طرح تکبّر اور غرور اللہ کریم کو ناپسند ہے۔ اسی طرح شیخی مارنا اور اِترانا اسے پسند نہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ کے سامنے انسان کی حیثیت اتنی بھی نہیں جتنی سمندر کے آگے ایک قطرہ کی ہو۔ یا صحراؤں میں بے مقدار ایک ذرّہ کی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو اگر تین باتیں یاد رہیں تو کبھی اس کے ہونٹوں پر ہنسی نہ آئے۔ اوّل یہ کہ میں کس چیز سے پیدا ہوا ہوں (ایک گندے قطرۂ منی سے) دوسرے یہ کہ میں اپنے پیٹ میں کیا اٹھائے پھرتا ہوں۔ (انتہائی گندہ بول و براز) تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد اس جسم کا کیا بنے گا۔ (گل سڑ جائے گا اور قبر کے کیڑوں کی غذا بنے گا)۔

اپنی تمام ترقوتوں اور عظمتوں کے باوجود اور اپنے تمام علم اور فضیلتوں کے باوجود انسان کی بے بسی اور بے کسی کی حالت یہ ہے کہ اُسے یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیا سے کب اچانک سفر ہو جائے گا اور کل کیا ہونے والا ہے۔ اور تو اور اُسے پل کی خبر نہیں۔ دنیا جہان کی باتیں تو بڑی باتیں ہیں اُسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اپنے جسم میں کیا ہو رہا ہے۔ اگر درد ہے تو کہاں ہے؟ اور کس وجہ سے ہے؟ اور کیسے دُور ہو گا؟

اب انسان اِترائے تو کس بات پر؟ اور شیخی مارے تو کس مُنہ سے؟ حسن و جمال ہے تو چند روزہ۔ طاقت و قوّت ہے تو عارضی۔ مال و دولت ہے تو ناپائدار۔ سلطنت و حکومت ہے تو فانی اور آنی جانی۔ بہتر یہی ہے کہ ہم آپے سے باہر نہ ہوں۔ اپنی حقیقت کو پہچانیں۔ شیخی بازی سے توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی عاجزی پسند ہے۔ اور اس کے بندے بھی انکساری کی قدر کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۳) اکڑ کر نہ چلو

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝

"اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ کہ تو زمین کو پھاڑ نہیں ڈالے گا۔ اور لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچ جائے گا۔" (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۸)

حضرت لقمانؑ نے بھی اپنے بیٹے کو یہی نصیحت کی تھی کہ "بیٹا زمین پر اکڑ کر نہ چلنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اِترانے والے اور شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔" اب یہاں سورۂ بنی اسرائیل میں بھی یہی حکم خداوندی موجود ہے۔ اور اس وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ انسان اپنی چال سے نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے۔ نہ پہاڑوں کی چوٹیاں پھلانگ سکتا ہے۔ تو پھر چال میں اکڑ کیسی؟ اور اِترانے کے کیا معنی؟

ہمارے حضورؐ اور دو جہان کے سردار (فداہ ابی و امی) کی چال کا انداز کیا تھا؟ اِن کے صحابہؓ کی زبانی سنیئے۔ "حضورؐ اس طرح سنبھال سنبھال کر قدم رکھتے جیسے کوئی بلندی سے نیچے اُتر رہا ہو۔ اور احتیاط سے چل رہا ہو۔ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی سامنے ہوتا تو اس سے آگے نکلنے کی کوشش نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کوئی بوڑھا یہودی آگے جا رہا تھا تو آپ نے اُس کی خاطر اپنی رفتار دھیمی کر لی۔ اور اس سے آگے نکلنا پسند نہ کیا۔

مُسلمان بچّوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک نمونہ کو ہر دم سامنے رکھیں۔ بھاگ دوڑ اختیار نہ کریں۔ درمیانہ قدموں سے چلنے کی عادت ڈالیں۔ چلتے ہوئے اِدھر اُدھر تاک جھانک ہرگز نہ کریں۔ نگاہ اپنے سامنے رکھیں۔ کسی بزرگ سے ہرگز آگے نہ نکلیں۔ رفتار میں ادب اور وقار اختیار کریں۔ اکڑ اور تکبّر کے قریب نہ جائیں۔

Marfat.com

(۱۴) کوئی کسی کا مذاق نہ اُڑائے

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ

"کوئی کسی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں" (الحجرات ۴۹ : ۱۱)

تمسخر یہ ہے کہ دوسرے پر پھبتیاں کسی جائیں۔ اور اس انداز سے بات کی جائے جس سے اس کی سُبکی ہوتی ہو۔ اور بے عزتی کا پہلو نکلتا ہو۔ مذاق سے مقصود خوش طبعی ہے۔ مذاق کی شرط یہ ہے کہ کوئی بات خلاف واقعہ نہ ہو اور نہ کسی کی دِل آزاری ہو اور نہ اُس کی عادت بنالی جائے۔ گاہے اتفاقاً ہو جائے۔ جس سے دونوں کو خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہو جبکہ مذاق اڑانے سے ایک کو خوشی اور دوسرے کو تکلیف اور دِل آزاری ہوتی ہے۔

تمسخر کی بُرائی اس امر سے اور واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی عام ممانعت کرنے کے بعد عورتوں کو بھی حکم دیا وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۔ "اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں (کیونکہ وہ جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔" (۴۹ : ۱۱)

اگر آپ ذرا غور کریں تو آپ پر فوراً واضح ہو جائے گا کہ تمسخر وہی لوگ کرتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسرے کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ دوسرے کی حقارت میں لُطف محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ سب انسان برابر ہیں اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔

خوش طبعی انسان کے اچھے ذوق کی دلیل ہے اس سے گفتگو میں لطف اور مجلس میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ سے کبھی کبھی نہایت شُستہ مذاق فرماتے تھے۔ اس کے برعکس مذاق اڑانے اور تمسخر کرنے سے گناہ کے علاوہ بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے کی طبیعت بدمزہ اور مجلس برہم ہو جاتی ہے۔ مردوں سے زیادہ عورتوں میں اس کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ کریم نے انہیں بطور خاص بھی اس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

(۱۵) کسی پر تہمت نہ لگاؤ

وَیْلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۝

"ہر اس شخص کے لئے بڑی تباہی و بربادی ہے جو دوسروں کی عیب چینی اور بدگوئی کرتا ہے"۔ (الہمزہ ۱۰۴:۱)

سورۃ الحجرات کے اندر نہایت واضح لفظوں میں حکم دیا گیا ہے لَاتَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ "اپنے (مومن بھائیوں کو) عیب نہ لگایا کرو"۔ (۴۹ : ۱۱)

سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝ "جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت لگا کر) تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جو کام انہوں نے نہیں کیا ہے۔ تو (انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ) انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا ہے۔ (المؤمنون ۲۳ : ۵۸)

سورۃ النور میں اس سے بھی شدید لفظوں میں تہمت کی مذمت آئی ہے۔ فرمایا "جو لوگ پرہیزگار اور برے کاموں سے بے خبر ایمان دار عورتوں پہ بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور انہیں بڑا سخت عذاب ہوگا"۔ (۲۴ : ۲۳) اسی سورۃ کی اگلی آیت میں فرمایا کہ ان تہمت لگانے والوں پہ اس دن بڑا عذاب ہوگا۔ "جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ، اور ان کے پاؤں ان کے ان اعمال کی گواہی دیں گے۔" (النور ۲۴ : ۲۴)

یہ تو آخرت کے عذاب کی بات تھی۔ اس دُنیا کی سزا بھی سُن لیجئے۔ فرمایا "جو لوگ پرہیزگار عورتوں پہ بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں۔ تو انہیں ۸۰ کوڑے مارو۔ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو ——" (النور ۲۴ : ۴ و ۵)

—— یہ ہے تہمت اور اس جرم کی سزا ——

Marfat.com

(۱۶) کسی کا نام نہ بگاڑو

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ
وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"ایک دوسرے کے برے نام نہ ڈالو۔ ایمان کے بعد نام بگاڑنا گناہ ہے۔ جو توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں۔" (الحجرات ۴۹ : ۱۱)

اس آیۂ مبارکہ میں ایمان والوں کے بعد کسی مؤمن کا نام بگاڑنے کو بدترین فعل اور گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس جرم کے مرتکب کو ظالموں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے — العیاذ باللہ —

ایمان کے بعد گناہ کے نام رکھنا اور اچھے بھلے ناموں کو بگاڑنا ہرگز روا نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں اس بات کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا۔ اور نہایت عمدہ اور پیارے نام ایسے بدل دیئے جاتے ہیں کہ اُن کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ غلام محمدؐ، سراج الدین، اور معراج الدین کتنے اچھے اور بامعنی نام ہیں۔ لیکن عرفِ عام میں یہ عزیز گاما، ساجا اور ماجا بن کر رہ گئے ہیں۔ یہی حال فاطمہ اور عائشہ جیسے باوقار ناموں کا ہے۔ کہ بلا تکلف اُنہیں عشو اور فتو میں بدل دیا جاتا ہے۔

بعض بچوں کے نام ایسے بگڑتے اور بدلتے ہیں کہ اصل نام والدین کو بھی یاد نہیں رہتے۔ اور بعض نام تو ایسے مضحکہ خیز ہوتے ہیں کہ بچے بڑے ہو کر خود ان کے ذکر سے شرماتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نام انسان کی ذات اور اُس کی شخصیت کا بڑا نشان ہوتا ہے۔ اچھے نام سے اُس کے اچھے خاندان کا پتہ چلتا ہے۔ اور گھٹیا نام اس کی ذات برادری اور خاندانی پستی کا پتہ دیتا ہے۔

نام کا اثر انسان کے اپنے کردار پر بھی بہت گہرا ہوتا ہے۔ اسی لیے حضورِ اکرم (فداہ ابی و امی) نے بچوں کے اچھے نام رکھنا والدین کا فریضہ مقرر فرمایا ہے۔

Marfat.com

(۱۷) کرید نہ لگایا کرو

لَا تَجَسَّسُوْا

"ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو"۔ (الحجرات ۴۹ : ۱۲)

"تجسس" عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لفظی معنی تھے۔ "کسی کی رگ کو چھونا" یعنی نبض دیکھ کر حال معلوم کرنا کہ وہ تندرست ہے یا بیمار۔ اسی مناسبت سے تجسس کے معنی ہو گئے "کسی دوسرے کے لئے خبریں تلاش کرنا۔ چھپی ہوئی باتوں کو کریدنا۔ چھپ کر باتیں سننا اور دوسرے کے رازوں کی کرید لگانا"

اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک طور پر فرما دیا ہے۔ لَا تَجَسَّسُوْا "ایک دوسرے کے اندرونی حالات کا کرید نہ لگایا کرو۔" انسان پر لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کی پوشیدہ باتوں اور چھپے ہوئے رازوں کی ٹوہ میں نہ رہے۔ اپنے ذاتی اغراض کے لئے کسی کے راز معلوم کرنے میں دلچسپی نہ لے۔ خواہ مخواہ اپنا قیمتی وقت غیر متعلق باتوں کے پیچھے ضائع نہ کرے۔ بُری نیت سے دوسروں کے اندرونی راز نہ ڈھونڈتا پھرے۔ جاسوس کا مادہ بھی "جَسّ" ہے۔ (چھونا، حال دریافت کرنا) جاسوس اس کو کہتے ہیں جو دشمن کی خبر لائے۔ اگر حکومت مملکتی مقاصد کے لئے اور ملکی تحفظ کے لئے جاسوس مقرر کرتی ہے اور ہر قسم کے اندرونی و بیرونی رازوں سے باخبر رہنے کی کوشش کرتی ہے تو یہ بالکل مناسب بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا مدعا ملک کی بھلائی ہے نہ کہ شر و فساد۔ لیکن کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے ذاتی مقاصد اور ذاتی خواہشات کے لئے دوسروں کی پوشیدہ باتیں کریدے۔ اور اندرونی رازوں کی ٹوہ لگائے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شریف آدمیوں کو بدنام کرنے کے لئے اور کچھ نہیں پاتے تو ان کے خاندان اور برادری کا کھوج لگاتے ہیں۔ دور نزدیک کے رشتہ داروں کی کرید کرتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی کمزوری مل جائے تو اُسے اُچھالنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ امر کسی طرح بھی ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہر شخص کو اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیئے۔ اگر کسی کی کوئی کمزوری نظر آئے بھی تو اس کی پردہ پوشی کرنی چاہیئے۔ بدنام کرنے کے لئے اسے ہرگز نہ اُچھالنا چاہیئے۔

Marfat.com

(۱۸) کانا پھوسی نہ کرو

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ
بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

"نجویٰ (سرگوشیاں کرنا) تو شیطان کی حرکات ہیں ۔ جو اس لئے (کی جاتی ہیں) کہ مومن غمناک ہوں ۔ مگر اللہ کے حکم کے بغیر اُن سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔" (المجادلہ ۵۸ : ۱۰)

"نجویٰ" کے معنی سرگوشی اور کانا پھوسی کرنے کے ہیں ۔ یعنی بھری مجلس میں ایک دو آدمی ایک دوسرے کے کان میں چپکے چپکے باتیں شروع کر دیں ۔ یا اہلِ مجلس کو چھوڑ کر اور ایک طرف کھڑے ہو کر آپس میں سرگوشی کرنے لگیں ۔ بظاہر یہ بات معمولی نظر آتی ہے ۔ لیکن اس کے نقصانات بہت ہوتے ہیں ۔

اوّل تو سرگوشیاں وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل میں خود چور ہوتا ہے ۔ جو اپنی باتیں دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کی ہمت نہیں رکھتے یا اُن کی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو سب کے سامنے بیان کرنے کی نہیں ہوتیں اور اُن کے ظاہر ہونے سے انہیں ڈر لگتا ہے ۔ ان سب باتوں سے قطع نظر سرگوشی کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کے خلاف باتیں کر رہے ہیں ۔ اور کوئی گہری سازش کھڑی کر رہے ہیں ۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ "کانا پھوسی عملِ شیطان ہے ۔"

قرآنِ مجید کے اٹھائیسویں پارہ کی سورۂ مجادلہ کا بڑا حصہ سرگوشیوں کی مذمت پر مشتمل ہے ۔ پورے دوسرے رکوع میں اسی کا ذکر ہے ۔ کلام پاک کا یہ حصہ کسی ترجمہ کی مدد سے پڑھیئے اور اپنا محاسبہ خود کیجئے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم کانا پھوسی کر کے مطمئن نہ ہو جانا کہ کسی کو پتہ نہیں چلا ۔ اللہ کی ذات ہر جگہ اور ہر مجلس میں موجود ہوتی ہے ۔ اگر تم دو ہو تو وہ تیسرا ہوگا ۔ اگر تم چار ہو تو وہ پانچواں ہوگا ۔ لہٰذا تمہاری کسی بات کا چھپنا ممکن نہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر فرمایا کہ آپس میں مشورہ کرنا ہو تو گناہ اور زیادتی ۔ اور رسولِ خدا ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرنا ۔ بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا ۔

Marfat.com

(۱۹) اپنی خیرات ضائع نہ کرو

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

"اپنے صدقات وخیرات احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرلو" (البقرہ ۲: ۲۶۴)

اسلام نے صدقات کو "خیرات" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے معنیٰ بھلائی اور نیکی کے ہیں۔ — گویا ہم اگر کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے لئے بھلائی اور نیکی کا سامان کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک نے اپنے آخری کلام میں فرمایا۔

"تم اپنے صدقات وخیرات احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرلو۔ اس شخص کی طرح جو (محض) لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔" (۲ : ۲۶۴) جو لوگ محض دکھاوے کو یا احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کو خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مثال اس کسان سے دی ہے جو کسی چٹان پر بیج ڈال دے۔ اور بارش برسے تو (غلّہ اُگنے کے بجائے) اس کا بیج بھی بہہ جائے اور وہ ہاتھ ملتا رہ جائے۔

ارشادِ الٰہی یہ ہے کہ اپنے عزیز و قرابت دار کو، یتیم اور مسکین کو مسافر یا سائل کو کچھ دینا اس پر احسان کرنا نہیں۔ بلکہ اس کا حق ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ بار بار فرمایا "اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" — "قرابت دار کو اس کا حق دو" اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن کے پاس مال وزر ہے اُن پر فرض ہے کہ وہ ان غریبوں کو ان کا حصّہ ادا کریں جن کے پاس نہیں ہے اس صورت میں کسی احسان کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھلا کبھی کوئی شخص قرض اور فرض ادا کرتے ہوئے بھی احسان دھرتا ہے۔

کلام اللہ کی یہ آیت ہمیں ہر دم یاد رکھنی چاہیئے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ "تم کبھی نیکی نہ حاصل کرسکو گے۔ جب تک ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہیں"۔ (آل عمران ۳ : ۹۲) ہم پر لازم ہے کہ خیرات وصدقات میں اپنی اچھی سے اچھی اور بہتر سے بہتر چیز ضرورتمندوں کو دیں۔ یہ نہیں کہ ردّی اور بیکار چیزیں دیکر سمجھیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔

Marfat.com

(۲۰) فضول خرچی نہ کرو

لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

"فضول خرچی نہ کرو۔ کہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

(الانعام ۶ : ۱۴۲)

فضول خرچی کے لئے قرآن مجید میں "اسراف" اور "تبذیر" کے لفظ آئے ہیں۔ اور ہر جگہ اس کی مذمت ہوئی ہے۔ فضول خرچی یہ ہے کہ انسان اپنا روپیہ پیسہ غلط کاموں میں، اور بری جگہوں پر خرچ کرے۔ نیکی کی بجائے حرام باتوں اور بدی کے کاموں میں لگائے۔ اور یہ بھی فضول خرچی ہوگی کہ کوئی شخص کسی جائز کام میں تو خرچ کرے لیکن ضرورت سے زیادہ اور حد سے بڑھ کر روپیہ لگائے اور اس طرح بیجا اپنی پاک کمائی کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے۔

پندرھویں پارہ میں ارشاد خداوندی ہے لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا — "فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔ کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔" (بنی اسرائیل ۱۷ : ۲۶ و ۲۷) اگر غور کیا جائے تو فضول خرچی وہی شخص کرتا ہے۔ جسے اپنے مال کی قدر نہ ہو۔ یعنی وہ ناشکرا اور ناقدرا ہو۔ جسے پیسے کی قدر ہوگی وہ ایک پائی بھی ضائع نہیں کرے گا۔ اور نہ بے جا اڑائے گا۔

اسی پارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا "(خرچ کرنے میں) ہاتھ بالکل کھول ہی نہ دو۔ (کہ سبھی کچھ دے ڈالو۔ اور) ملامت زدہ، درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔" (بنی اسرائیل ۱۷ : ۲۹)

اس کے برعکس اچھے بندوں کی صفت اللہ کریم نے یہ بیان فرمائی ہے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا — "اور وہ جب خرچ کریں تو بے جا نہ اڑائیں (کہ فضول خرچ ہو جائیں) اور نہ تنگی کو کام میں لائیں (کہ کنجوس بن جائیں)۔ بلکہ اعتدال سے کام لیں (کہ نہ تو ضرورت سے زیادہ اور غلط کاموں میں خرچ کریں۔ اور نہ کنجوسی سے کام لیں۔)" — الفرقان ۲۵ : ۶۷

Marfat.com

(۲۱) بخیل نہ بنو

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ

اور اپنے ہاتھ (بخیلوں کنجوسوں کی طرح) گردن سے نہ باندھ لو

(کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں)" (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۹)

بخیل کے لیے دوسرا لفظ کنجوس ہے۔ یعنی وہ شخص جو روپیہ پیسہ ہوتے ہوئے تکلیف اٹھائے اور جائز ضروریات پر خرچ نہ کرے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور اللہ کے بندوں کی مدد کرنے سے ہاتھ روکے۔ مال و دولت سینت سینت کر رکھے مگر خرچ نہ کرے۔ ایسا آدمی نہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے۔ نہ بندوں میں محبوب ہوتا ہے۔

کنجوس کے بارہ میں ارشادِ الٰہی ہے فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ — "سو تم میں سے کچھ لوگ بخل کرنے لگتے ہیں۔ (وہ خوب یاد رکھیں) جو کوئی بخل کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے۔ محتاج تو تم ہو"۔ (اللہ کی ذات کو تمہارے مال کی حاجت نہیں)۔ (سورہ محمد ۴۷: ۳۸)

ایک دوسری آیت میں بخل اور کنجوسی کو منافقوں کی علامت بیان کیا ہے فرمایا یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَہُمْ — (جب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو) وہ اپنی مٹھیاں بھینچ بھینچ لیتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ نے بھی انہیں (اپنے انعام و اکرام اور رحمت و بخشش سے) بھلا دیا"۔ (التوبہ ۹: ۶۷)

توبہ توبہ۔ اللہ جل شانہٗ نے کس قدر شدید الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ — "جن لوگوں کو اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے (روپیہ پیسہ) دیا ہے اور وہ اس میں کنجوسی کرتے ہیں۔ تو وہ اس کنجوسی کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ تو ان کے حق میں بہت بری بات ہے (کیونکہ) وہ جس مال میں کنجوسی کرتے ہیں وہ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا"۔ (آل عمران ۳: ۱۸۰) اَلْعِیَاذُ بِاللہِ

Marfat.com

(۲۲) خیانت نہ کرو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ؀

"اے ایمان والو! نہ اللہ رسول کی خیانت کرو۔ اور نہ آپس میں اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اور تم تو واقف ہو۔" (الانفال ۸ : ۲۷)

خیانت ضد ہے امانت کی یعنی امانت و دیانت میں فرق آجانے کا نام خیانت ہے۔ کسی کی امانت میں ردّ و بدل کرنا، کمی بیشی کرنا یا ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا خیانت میں داخل ہے۔

اللہ رسول کی امانت سے مراد ہے اللہ کا دین اور دین کی تعلیم، اللہ کی کتاب، اور کتاب اللہ کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریاں۔ اسی طرح حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات ہمارے پاس ان کی امانتیں ہیں۔ اگر ہم ان میں کمی بیشی کریں گے۔ یا اللہ کے بندوں تک صحیح طور سے پہنچانے میں کوتاہی کریں گے تو یہ بھی ایک قسم کی خیانت ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص ہمارے پاس کوئی شے بطور امانت رکھے۔ تو ہم پر فرض عاید ہو جاتا ہے کہ اس کی حفاظت دل و جان سے کریں۔ جب طلب کرے تو فوراً واپس کر دیں۔ اس کی اجازت کے بغیر اپنے استعمال میں نہ لائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو خیانت ہو جائے گی۔ یہی نہیں اگر کوئی ہمیں اپنا راز دے تو راز بھی ایک امانت ہے۔ راز داری نہ کرنا اور اُسے ظاہر کر دینا خیانت ہو گی۔ اگر کوئی مشورہ مانگے تو صحیح مشورہ دینا بھی دیانت و امانت کا حصہ ہے۔ اور غلط مشورہ دینا خیانت میں شامل ہو گا۔

ارشادِ خداوندی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا "اللہ تمہیں یقیناً حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔" (النساء ۴ : ۵۸) اسی طرح فرمایا وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ ـــــ اور جو شخص خیانت کرے گا تو جو چیز اس نے خیانت کی۔ قیامت کے دن اُسے لا حاضر کرنی ہو گی۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اُن سے ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ (آل عمران ۳ : ۱۶۱)

Marfat.com

(۲۳) سائل کو نہ جھڑکو

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ط

"اور سائل کو البتہ جھڑکی نہ دینا"۔ (والضحیٰ. ۹۳ : ۱۰)

سائل عربی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن اُردو میں بھی ہر جگہ استعمال ہوتا ہے، سوال کرنے والے اور مانگنے والے کو سائل کہتے ہیں۔ اس لیے اس حکم کا مفہوم کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کو واضح لفظوں میں حکم دیا ہے کہ سائل کو نہ جھڑکنا۔

مبارک ہیں وہ بندے جن کے در سے کوئی سوالی خالی نہیں جاتا۔ اللہ نے ان کو اتنا پیسہ دیا ہے اور ایسا دل دیا ہے کہ وہ ہر ضرورتمند اور محتاج سوالی کی حاجت پوری کرتے ہیں۔ اور دُعائیں لیتے ہیں۔ اللہ کسی کو کسی کا محتاج نہ کرے۔ اتنا دا فرد ہے کہ کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ اور دل بھی ایسا دے کہ انسان دوسروں کے کام آئے۔ اور لذت محسوس کرے ـــ اگر ہاتھ کھلا نہیں ہے اور انسان سوالی کا سوال پورا کرنے کے قابل نہیں ہے پھر بھی لازم ہے کہ محبت اور عزت و احترام سے جواب دے۔ اس کا دل نہ توڑے اور ذلیل و خوار نہ کرے۔ ہمارے حضورؐ (فداہ ابی و امی) کے پاس ہر طرف سے جزیہ، خراج، عُشر، زکوٰۃ و صدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے۔ غزوات و فتوحات کی وجہ سے مال کی کمی نہ تھی لیکن سب کا سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اور اپنے گھر فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی کہ اکثر چولہا بھی گرم نہ ہوتا تھا لیکن کسی کو مایوس نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ دوسرے سے قرض لے کر بھی ضرورت والے کی ضرورت پوری کر دیتے۔ عام اعلان فرما دیا تھا کہ جو مر جائے اُس کا قرض میں ادا کروں گا اور مال اس کے وارثوں کا ہوگا ـــ ہمارے ملک کے ایک علاقہ کا بہت اچھا رواج ہے۔ کوئی سائل سوال کرے اور اسے کچھ نہ دے سکتے ہوں تو کہہ دیتے ہیں "بابا معاف کرو" یعنی تمہارا حق تو ہے مگر ہم ادا نہیں کر سکتے اس لیے معافی چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں بار بار حکم ہوا ہے وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ط "اور اُن کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہے۔" (الذّٰریٰت ۵۱ : ۱۹) لیکن سوال کرنے کی اجازت صرف حد درجہ مجبوری میں ہے۔ بطور پیشہ کے بھیک مانگنا اسلام میں روا نہیں ـ نہ پیشہ ور گداگر سائلین کی فہرست میں شامل ہیں۔

Marfat.com

(۲۴) رشوت سے بچو

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اور ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کا مال جان بوجھ کر ناجائز طور پر کھا جاؤ۔" (البقرہ ۲ : ۱۸۸)

اللہ بزرگ و برتر نے اس آیۂ مبارکہ میں ناجائز مال کھانے سے اور رشوت خوری سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ رشوت ایسی شے نہیں جسے کوئی نہ سمجھتا ہو۔ لیکن بعض لوگ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کے لئے یعنی جھوٹ موٹ اپنے آپ کو مطمئن کرنے اور دوسروں کی نگاہوں میں سچا بننے کے لئے رشوت کو ایسے معنی دیتے ہیں کہ حرام حلال ہو جائے۔ وہ رشوت جیسی حرام شے کو نذرانہ، انعام اور تحفہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ رشوت بہرحال رشوت ہے۔ خواہ اس کا نام کتنا ہی اچھا رکھ لو۔

ایک آدمی صاحبِ اختیار ہے۔ عدالت کا حاکم ہے۔ یا سرکاری دفتر سرکاری عہدیدار ہے۔ اور اس سے کسی کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے۔ یا وہ کسی کی اچھائی برائی کا اختیار رکھتا ہے۔ اب اگر اسے کوئی شخص کچھ پیش کرتا ہے تو وہ کھلی رشوت ہے۔ اپنا کام نکالنے کے لئے وہ جو کچھ دے گا وہ نذرانہ یا تحفہ نہیں بلکہ رشوت کی فہرست میں آئے گا۔

رشوت لینا اور رشوت دینا دونوں حرام ہیں۔ رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں مجرم ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ "رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔" اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر حاصل کرنے کے لئے اور اپنے حق میں فیصلے کرانے کے لئے حکام کے پاس مال نہ پہنچاؤ۔

ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینا بالکل جائز ہے، بلکہ حبیبِ پاکؐ کی سنت ہے، اس سے باہمی تعلقات اور محبت و الفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن رشوت حرام ہے۔ رشوت دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام ہے

Marfat.com

(۲۵) گواہی نہ چھپاؤ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا ؕ

"اور جب گواہی کے لئے بلایا جائے تو انکار نہ کرو۔" (البقرہ ۲ : ۲۸۲)

سورۃ البقرہ کے آخری حصّہ میں گواہی اور گواہوں کے بارہ میں تفصیلی احکام موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ تم کسی امرِ واقع یا کسی وقوعہ کے گواہ ہو۔ اور تمہیں گواہی کے لئے بلایا جائے تو گواہی سے انکار نہ کرو۔ کسی کمی بیشی اور رو رعایت کے بغیر صحیح صحیح گواہی دے دو۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ "تم گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا۔ وہ دل کا گنہگار ہوگا۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔" (البقرہ ۲ : ۲۸۳)

اگر گواہ مقدمات اور معاملات میں گواہی نہ دیں گے تو عدل و انصاف کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اور عدالتوں کے لئے ناممکن ہو جائے گا کہ وہ واقعہ کے مطابق دُرست فیصلے کر سکیں۔ اور مقدمات نپٹا سکیں۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ اور محض مدعی و مدعا علیہ کے بیانات پر بات طے نہیں ہوتی۔ سچے گواہ عدالت کے دست و بازو ہوتے ہیں۔ اُن کے بیانات سے عدل و انصاف کے تقاضے پُورے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گواہی سے انکار کرنا اخلاقاً اور قانوناً جُرم ہے۔ اور شرعاً بھی گناہ ہے۔

گواہی کی راہ میں عام طور پر دو باتیں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مجرم کے ساتھ رشتہ داری یا دوستی کا تعلق ہو۔ اور سچی گواہی سے تعلقات خراب ہونے کا ڈر ہو۔ یا گواہ پر مدعی یا مدعا علیہ میں سے کسی کا غیر قانونی اور ناجائز دباؤ ہو۔ شریعت کہتی ہے کہ گواہی کے معاملہ میں کسی بات کو خاطر میں نہ لاؤ۔ اور کسی دباؤ میں نہ آؤ۔ مندرجہ بالا آیت کے آخر میں ارشاد ہوا ہے۔ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ "لکھنے والے محرّر اور گواہ کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔" (۲ : ۲۸۳)

Marfat.com

(۲۶) جھوٹی گواہی نہ دو

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

"اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔" (الفرقان ۲۵ : ۷۲)

سورۂ فرقان میں اللہ بزرگ و برتر نے "عِبادُالرحمٰن" کے عنوان سے اپنے خاص بندوں کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں ایک اہم صفت یہ ہے کہ "وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اور اگر کہیں بیہودگی ہو رہی ہو تو وہاں سے بڑے وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔" یعنی کسی جھوٹی گواہی اور کسی بیہودگی میں وہ شریک نہیں ہوتے۔

کسی کے خلاف جھوٹا مقدمہ کھڑا کرنا یا کسی کو جھوٹے مقدمہ میں پھانس لینا یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا ایک برابر ہے کیونکہ گواہ ہار جیت اور سچ جھوٹ ثابت کرنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ کوئی شخص یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہو سکتا کہ میں نے مجبوری میں جھوٹی گواہی دی ہے۔ یا یہ کہے کہ میں تعلقات سے مجبور تھا۔ یا یہ بہانہ پیش کرے کہ سچی گواہی دینے میں نقصان کا اندیشہ تھا۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ كُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ــــ "عدل و انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کے لئے سچی گواہی دو۔ خواہ اس میں تمہارا، تمہارے ماں باپ کا، اور رشتہ داروں کا نقصان کیوں نہ ہو۔" (النساء ۴ : ۱۳۴)

افسوس ہے کہ ہم ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ کہ لوگ کہتے ہیں سچ سے بات نہیں بنے گی۔ اور سچ بولنے سے کوئی مقدمہ نہ جیت سکے گا۔ حالانکہ یہ بات حکم الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے۔ "جب حق آجاتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے۔ اور باطل کے مقدر میں مٹ جانا ہی لکھا ہے" (۱۷ : ۸۱) ایک دوسری جگہ فرمایا ہے "ہم حق کو باطل سے ٹکرا دیتے ہیں سو اس کا گودا نکال دیتے ہیں۔ اور وہ مٹ کر رہ جاتا ہے۔" (۲۱ : ۱۸)

ہم سب پر فرض ہے کہ حق پر قائم رہیں۔ حق کا ساتھ دیں۔ اور حق کی گواہی دیں۔

Marfat.com

(۲۷) حق اور باطل کو گڈمڈ نہ کرو

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"حق (سچ) کو باطل (جھوٹ اور ناحق) کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو۔ اور سچ کو جان بوجھ کو نہ چھپاؤ۔" (البقرہ ۲:۴۲)

یہ وہ حکم ہے جو صدیوں پہلے اللہ بزرگ و برتر نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کی زبانی ان کی قوم بنی اسرائیل کو دیا تھا۔ اور پھر اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی آخری کتاب میں قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔ لہٰذا حق و صداقت کو چھپانا اور حق و باطل کو گڈمڈ کر دینا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

مسلمان حق کا پرستار ہے، وہ حق کا بندہ ہے، صداقت اس کی گھٹی میں شامل ہے، وہ الصادق الامین کا اُمتی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سچ جھوٹ کو، حق اور ناحق کو، اور کھرے کھوٹے کو آپس میں گڈمڈ کر دے اور یہ سب کچھ باطل ہو جائے۔ مسلمان کا مذہب تو یہ ہے کہ حلال کی کمائی میں اگر تھوڑا سا مالِ حرام بھی شامل ہو جائے تو ساری کمائی حرام ہو جائے گی۔ اور اگر پاک کھانے میں ذرا سی ناپاکی اور پلیدی گر جائے تو سارے کھانے کو پلید کر دے گی۔

حق و صداقت اور سچائی ایک صاف آئینہ ہے، ایک نور ہے، ایک روشنی ہے۔ جھوٹ کی ملاوٹ اسے اندھا اور تاریک کر دے گی۔ ایک مسلمان کو کسی حال میں بھی ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ پاک کے سچے نبیؐ (فداہ ابی و امی) نے فرمایا ہے اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى "حق غالب آتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔" لہٰذا دل میں کسی شیطانی وسوسے کو داخل نہ کرنا چاہیئے۔

ہمیشہ کھرے کو کھرا اور کھوٹے کو کھوٹا کہو۔ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ جانو۔ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرو۔ کبھی انہیں آپس میں گڈمڈ نہ کرو۔ جو ایسا کرے گا اس کی دنیا بھی خراب ہو گی۔ اور عقبیٰ بھی خراب ہو گی۔

Marfat.com

(۲۸) بُرائی کی تشہیر نہ کرو

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ۝

"اللہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص علانیہ بُرائی کا بیان کرے۔ سوائے اُس کے جو مظلوم ہو۔ اللہ سب کچھ سُنتا جانتا ہے۔" (النساء ۴ : ۱۴۸)

بُرائی کسی طرح کی بھی ہو۔ اپنی جگہ خود ایک بُرائی ہے اور بُرا واقعہ اپنی ذات میں خود بُرا ہے۔ اب اس کی تشہیر کرنا۔ مزے لے لے کر دوسروں کو سُنانا یا اخباروں میں اس کے چرچے کرنا۔ اور قصّوں کہانیوں کی طرح اس کی تفصیلات بیان کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اللہ تعالیٰ اس طریق کار کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کہ کسی برائی کا چرچا کیا جائے اور لوگوں میں اس کی شہرت کی جائے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ بُری باتوں کو بلکہ اغوا اور روسیاہی کے گھناؤنے واقعات کو بلا سوچے سمجھے بیان کرتے پھرتے ہیں۔ اور بالکل نہیں سوچتے کہ انہیں سُن کر دوسروں پر کیا اثر پڑے گا۔ جنہیں بُرائی کا پتہ نہیں وہ بھی اُس سے باخبر ہو جائیں گے۔ بھولے بھالے معصوم بچّوں بچیوں کے ذہنوں پر اِس سے ناخوشگوار اثرات پڑیں گے۔

بعض اخبارات کا حال یہ ہے کہ ڈکیتی، چوری، اغوا، اور دوسرے ناپاک جرائم کے واقعات اس تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اور اُن کی جُزئیات کو اس انداز میں لکھتے ہیں کہ انجان اور بے خبر بچے بچیاں بھی اُن جرائم کو سیکھ لیتے ہیں۔ اور ان کے ذہن بھی ان خبروں کو پڑھ کر خراب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسی خبروں کو اُچھالنے کی بجائے دبانا چاہیئے۔ اور بیان کرنے کی بجائے چھپانا چاہیئے۔ اگر بطور خبر کے اس کا اظہار ضروری بھی ہو تو اس طرح بیان کرنا چاہیئے کہ اُس سے نفرت پیدا ہو۔ نہ کہ اشتیاق۔

Marfat.com

(۲۹) تعاون کہاں نہ کرو

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

" اور ایک دُوسرے سے تعاون نہ کرو گناہ اور ظلم (سرکشی) میں (المائدہ ۵ : ۲)

تعاون اور عدمِ تعاون کے بارہ میں اسلام کی پالیسی بالکل واضح اور دوٹوک ہے ہر مسلمان مرد و عورت اور چھوٹے بڑے کو یہ اصول ہر دم اپنے سامنے رکھنے چاہیئے۔ تاکہ معاشرتی زندگی بھی درست ہو۔ اور سیاسی ہنگاموں میں بھی اعتدال پیدا ہو۔

باہم ایک دوسرے کی مدد کرنے اور نہ کرنے کے بارہ میں احکام یہ ہیں :۔

۱۔ تعاون کرو بِرّ (نیکی) اور تقویٰ (پرہیزگاری) کی باتوں میں

۲۔ تعاون نہ کرو اِثم (گناہ) اور عُدوان (ظلم اور سرکشی) کے کاموں میں

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ کسی ایسے کام میں تعاون نہ کرے جو کام گناہ کا ہو۔ بعض لوگ خیر خواہی کے جوش میں۔ اور امداد و اعانت کے نام پر ایسے کاموں میں بھی ساتھ لگ جاتے ہیں۔ جو کام اچھے نہیں ہوتے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ ہر حال میں گناہ ہے اور بدی ہر حال میں بدی ہے۔ خواہ وہ کسی نیت سے کی جائے۔ کسی کے ساتھ خیر خواہی اسی میں ہے کہ گناہ میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر گناہ میں امداد کی تو یہ اس سے انتہائی بدخواہی ہوگی۔

اسی طرح ظلم اور سرکشی میں کبھی کسی کے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا کیا تو یہ خود ظلم ہوگا۔ کیونکہ ظالم کو اس سے تقویت ملے گی۔ ظلم و ستم اور سرکشی میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ اگر آج کا معاشرہ قرآن حکیم کے ان اصولوں پر کاربند ہو جائے تو برائی کا خاتمہ بہ آسانی ہو جائے گا۔ اور نیکی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا۔

Marfat.com

(۳۰) باہم جھگڑے نہ کرو

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

"آپس میں جھگڑے نہ کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو) تمہاری ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔" (الانفال ۸ : ۴۶)

چوتھے پارہ کے شروع میں یہ ارشادِ خداوندی موجود ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ــــ "اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور آپس میں اختلاف نہ کھڑے کرو۔ اور اپنے اوپر اللہ کا یہ انعام یاد کرو کہ تم دشمن تھے۔ سو اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔ اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم ہدایت پاؤ۔" (آل عمران ۳ : ۱۰۳) ــــــ جس طرح اتحاد و اتفاق اللہ کریم کا ایک انعام اور احسان ہے۔ اسی طرح کسی قوم میں یا کسی خاندان یا برادری میں، کسی ملک یا کسی معاشرہ میں لڑائی، جھگڑے کھڑے ہو جانا۔ اور نا اتفاقی کا پیدا ہو جانا غضبِ الٰہی سے کم نہیں۔ خود اس قادرِ مطلق کا فرمان ہے۔ "اگر تم آپس میں جھگڑو گے اور اختلافات پیدا کرو گے تو تمہاری کمرِ ہمت ٹوٹ جائے گی۔ تمہارے حوصلے پست ہو جائیں گے۔" اور تم دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند نہ رہو گے۔ دوسرا بڑا نقصان یہ ہو گا کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور دشمنوں پر تمہارا جو رعب بیٹھا ہوا ہے وہ اٹھ جائے گا۔

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی غیر مسلم قومیں مسلمانوں سے ڈرتی ہیں۔ ان کی قوت کا لوہا مانتی ہیں لیکن جب بھی اور جہاں کہیں بھی آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے نہ دوسروں پر رعب باقی رہتا ہے نہ اپنے اندر حوصلہ باقی رہتا ہے ــــ آپس میں کسی اختلاف کا پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ اسے جلدی دور کر لیا جائے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: "پھر اگر کسی امر میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو کہ یہ بہتر ہے۔ اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔" (النساء ۴ : ۵۹)

Marfat.com

(۳۱) اپنی خطا دوسرے کے سر نہ تھوپو

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

"اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ تو خود کرے لیکن اس کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے تو گویا اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔" (النساء ۴: ۱۱۲)

لفظ "بہتان" عربی اُردو دونوں زبانوں میں رائج ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کے ذمے کوئی ایسی بات لگا دینا جس سے اس شخص کا کوئی تعلق نہ ہو۔ لیکن اس پر اس کا الزام لگا دیا جائے۔ اور یونہی کسی بے گناہ پر تہمت لگا دی جائے ـــ کسی پر بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے۔ شریعت نے اس کی بھاری سزا مقرر کی ہے۔ جسمانی سزا کے علاوہ اسے گواہی دینے سے محروم قرار دیدیا گیا ہے۔ یعنی کوئی عدالت اس کی گواہی کسی بات میں قبول نہ کرے گی۔ سوچیے کسی انسان کی اس سے بڑی ذلت اور رسوائی کیا ہو سکتی ہے؟

اس آیۂ مبارکہ میں بہتان اور تہمت سے بھی بڑے جرم کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی نامراد غلطی تو خود کرے۔ لیکن اسے کسی معصوم اور بے گناہ کے سر تھوپ دے۔ خود جرم کرے لیکن کسی بے قصور پر اس کا الزام لگا دے۔ اسلامی معاشرہ میں یہی کچھ کم نہ تھا کہ گناہ تو خود کیا اور اپنے آپ کو سزا کا سزاوار بنایا لیکن اس نے اپنا گناہ دوسرے بے گناہ کے ذمے ڈال دیا۔ اس طرح ایک مزید جرم کا ارتکاب کیا۔

ہمیں یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سچی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ وہ خطا پوش اپنے اُس بندہ کو پسند کرتا ہے جو اپنی غلطی کو غلطی سمجھے، اُسے مان لے اور آئندہ اس سے باز رہنے کا عہد کرے۔ اسی کا نام توبہ ہے۔ اپنی خطا پر نادم ہونا۔ اور اپنی غلطی کو تسلیم کر لینا۔ بہت بڑی بہادری ہے لیکن اپنی غلطیوں پر اڑے رہنا۔ اور گناہ کو گناہ نہ سمجھنا بڑی بدبختی اور محرومی کی بات ہے۔ اور اپنی غلطی دوسرے کے سر تھوپنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔

Marfat.com

(۳۲) اجازت کے بغیر داخل نہ ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اہل خانہ کی اجازت لئے بغیر اور انہیں سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔" (النور ۲۴ : ۲۷)

اس کے ساتھ ہی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا "اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ۔ تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ کسی کے گھر میں مت داخل ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے (کہ اس وقت اجازت نہیں) واپس چلے جاؤ تو تم لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔" (۲۴ : ۲۸)

ہمارے بعض مسلمان بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ "اجازت لے کر داخل ہونا" جدید مغربی تہذیب نے سکھایا ہے۔ وہ خود سوچیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہٰی سے یہ بات چودہ سو سال پہلے ہی مسلمانوں کو بتلادی تھی۔

مندرجہ بالا عمومی احکام تھے۔ اب خاص طور پر بچوں کے بارہ میں حکم الہٰی ملاحظہ کیجئے: وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ ــــ "جب تمہارے لڑکے جوان (بالغ) ہو جائیں تو انہیں بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیئے جس طرح ان سے اگلے (بڑی عمر والے) اجازت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (النور ۲۴ : ۵۹) ان آیات سے جو حکم نکلتے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے :۔ (۱) کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے دو باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ (الف) پہلے اجازت حاصل کرنا (ب) اجازت کے بعد سلام کر کے داخل ہونا۔

(۲) اگر اجازت نہ ملے تو دل میں کوئی میل لائے بغیر خوشی سے واپس ہو جانا۔ (۳) اس صورت میں اجازت اور بھی ضروری ہے جبکہ گھر میں کوئی مرد موجود نہ ہو۔ (۴) بچے جب جوان ہو جائیں تو وہ بھی بڑوں کی طرح اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں ــــ یہ غیر گھر کی بات تھی۔ اپنے گھر میں بھی سیدھے بے دریغ نہ آنا چاہیئے کیا پتہ کوئی کیسے بیٹھا ہے؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر محرم مہمان یا ہمسائی گھر میں ہو۔

Marfat.com

(۳۳) فساد نہ مچاؤ

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

"اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (المائدہ ۵: ۶۴)

یہی نہیں کہ اللہ بزرگ و برتر فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ "یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کے کام نہیں سنوارتا۔" (یونس ۱۰: ۸۱)

یعنی ان کی تدبیریں اور سکیمیں بامراد نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے کہ اللہ کو درستی اور بہتری مطلوب ہے خرابی نہیں۔ خالقِ کائنات اصلاح و تعمیر چاہتا ہے، فساد اور تخریب نہیں۔ زمین و آسمان کے مالک کی خوشنودی امن و امان میں ہے، بدامنی اور فساد میں نہیں۔ چنانچہ اس نے واضح لفظوں میں ہدایت فرما دی ہے۔

لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا "ملک میں اصلاح کے بعد خرابی و فساد نہ کرنا۔" (الاعراف ۷: ۵۶) کوئی پرندہ اپنا گھونسلا نہیں توڑتا۔ اور کوئی مالی اپنا باغ اجاڑنا گوارا نہیں کرتا۔ کوئی کارخانے والا اپنے کارخانہ کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ پھر زمین و آسمان کا مالک اور ارض و سما کا خالق کیسے پسند کر سکتا ہے کہ اس کی مخلوق خرابی میں پڑے۔ اور اس کے بندے بدامنی اور فتنہ و فساد میں گرفتار ہوں۔ اس کا دو ٹوک اعلان ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ "اور فتنہ تو قتل سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔" (البقرہ ۲: ۱۹۱)

اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ کے پہلے ہی پارہ میں فتنہ و فساد کرنا منافقوں کا کام بتلایا ہے۔ فرمایا ہے کہ منافق فساد مچاتے ہیں اور اس کا نام اصلاح رکھتے ہیں۔ ان کا لائحہ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ تعمیر کے نام پر تخریب، اصلاح کے نام پر فساد، اور امن کے نام پر فتنہ پروری کرتے ہیں۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ تم خوب یاد رکھو کہ وہی فسادی ہیں۔ لیکن انہیں شعور نہیں۔" (البقرہ ۲: ۱۱ و ۱۲)

Marfat.com

(۳۴) دین میں تفرقہ نہ ڈالو

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا۔ اور کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ (اے نبی!) تمہیں ان لوگوں سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا معاملہ بس اللہ کے حوالے کردو۔ پھر وہ ان کو بتادے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔ (الانعام ۶: ۱۵۹)

اسلام ایک مکمل دین ہے جس کی بنیاد دو اصولوں پر ہے۔ ایک توحید۔ دوسرے رسالت۔ شروع سے دین کے یہی اصول رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہر نبی اور ہر رسول نے انہیں دو اصولوں کی دعوت دی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے بھی اسی حکم کی قلبی تصدیق ضروری ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اس کے سوا کسی کی ذات عبادت اطاعت و فرمانبرداری) کے لائق نہیں۔ اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں"۔ ان کا دین آخری دین ہے۔ ان کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) آخری آسمانی کتاب ہے۔ وہ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد چھوٹا بڑا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

دین کی تعلیمات اور تفصیلات ایک ہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو فقہ کی باتوں میں ہے۔ لیکن اس فرق سے دین اور مذہب نہیں بدل جاتا۔ مثلاً اہل السنت والجماعت فقہ کے چار ائمہ کو مانتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ پھر خود امام اعظمؒ کے دو بڑے شاگرد ہیں۔ امام یوسفؒ اور امام محمدؒ۔ ان سب نے فقہ کے بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے لیکن کوئی کسی کو دین سے باہر یا ایمان سے خالی نہیں سمجھتا۔ اور خود وہ بھی واضح اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی عزت کرتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔

اب ہم پر بھی لازم ہے کہ معمولی معمولی اختلافات کے سبب آپس میں تفرقہ نہ ڈالیں اور اپنی طرف سے نیا دین نہ گھڑ لیں۔ اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔

Marfat.com

(۳۵) دین سے مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَ یُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ۭ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ ۭ

"جب تم (کہیں) سنو کہ احکامِ الٰہی کا انکار ہو رہا ہے۔ اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ جب تک وہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔"

(النساء ۴ : ۱۴۰)

اس آیت کے ذریعہ بالکل صاف لفظوں میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تم دیکھو کہ کسی مجلس میں کہیں کوئی بدبخت احکامِ الٰہی کا مذاق اڑا رہا ہے اور دین کی باتوں کا ٹھٹھا کر رہا ہے یا اسلامی شعائر کی توہین کر رہا ہے تو اس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہو۔ اور ان بے ادب لوگوں کی صحبت سے کنارہ کر لو۔ جب تک وہ بیہودہ باتوں سے باز نہ آ جائیں۔ اور بات کا موضوع نہ بدل لیں تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اگر ایسے لوگوں سے کنارہ کشی نہ کی جائے اور قطع تعلق نہ کیا جائے تو بڑا خطرہ یہ ہے کہ انسان خود بھی ڈانواں ڈول نہ ہو جائے۔ اور انہیں کے رنگ میں نہ رنگا جائے۔ چونکہ دیکھا گیا ہے کہ انسان جیسی صحبت میں رہتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر انسان جی کڑا کر کے اپنے دین و ایمان کو بچانے کی کوشش بھی کرے تو کم از کم دیکھنے والے تو یہی سمجھیں گے کہ ابھی انہیں لوگوں کا ہم خیال اور ہم عقیدہ ہو گیا ہے۔

ہمیں اپنے اندر دین کے لئے غیرت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور ہرگز ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا چاہیئے جو دین کی باتوں کا ٹھٹھا کرتے ہیں یا حضورؐ کی سنت کی توہین کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے اندازِ بیان اور محاوروں کو بھی اپنی تحریر اور گفتگو سے خارج کر دینا چاہیئے جن سے دین کی سبکی کا پہلو نکلتا ہو۔ نہ ایسے نام رکھنے چاہئیں جو دشمنانِ دین کے ناموں سے نسبت رکھتے ہوں۔

Marfat.com

(۳۸) سُودی لین دین نہ کرو

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

"اے ایمان والو! سُود نہ کھاؤ۔ دوگنا اور چوگنا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ تم کامیابی پاؤ۔ اور دوزخ کی آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (آل عمران ۳ : ۱۳۰)

ایک دوسری آیت میں فرمایا:۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ـــ

"اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ اور سُود کو حرام کر دیا ہے۔ اور جس شخص کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے دینے سے) باز آ گیا۔ تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو کوئی پھر سُود لینے لگ گیا۔ تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔" آگے فرمایا "اللہ سُود کو نابود کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے" (البقرہ ۲: ۲۷۵، ۲۷۶)

ایک تیسری آیت میں سُود خوروں کے بارہ میں یوں فرمایا:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ ـــ

"(اے سُود خور لوگو) اور تم جو سُود دیتے ہو۔ (اس لالچ سے کہ اس سے) لوگوں کے مال میں اضافہ ہوگا (تو یاد رکھو) سود اللہ کے ہاں پھلتا پھولتا نہیں (اس کے برعکس) تم جو زکوٰۃ دو گے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تو اس میں چندر چند اضافہ ہوگا (سورۂ روم ۳۰ : ۳۹)

سُود کے بارہ میں آخری دو ٹوک حکم پڑھیئے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا ـــ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جو سُود باقی ہے اُسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو۔ تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" (البقرہ ۲: ۲۷۸: ۲۷۹)

اس قدر واضح حکم کے بعد سُودی کاروبار اور سُودی لین دین کے حرام ہونے کے بارہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

Marfat.com

(۳۹) ماپ تول میں کمی نہ کرو

اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝

"انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو۔ اور تول ترازو میں کمی نہ کرو" (الرحمٰن ۵۵ : ۹)

ناپ تول کے اندر دیانتداری برتنے کے بارہ میں ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد ہوا ہے :

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ

"اور لوگوں کو ان کی چیزیں (جو وہ تم سے خریدیں) کمی سے نہ دو"۔ (الشعراء ۲۶ : ۱۸۳)

اسی طرح فرمایا وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ

"پیمانے اور ترازو میں خرابی پیدا نہ کرو"۔ (ھود ۱۱ : ۸۵)

قرآن مجید کی مشہور سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہے اَنْ لَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ "ترازو سے تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرو" (۵۵ : ۹)

ناپ تول میں کمی بیشی سے بچنے اور پورے پورے انصاف کے ساتھ ماپ تول کرنے کے بارہ میں صاف صاف حکم ہے اور ایک جگہ نہیں۔ تین مختلف سورتوں میں موجود ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ "انصاف کے ساتھ ماپ تول پوری کرو"

(الاعراف ۷ : ۸۶ انعام ۶ : ۱۵۲ ھود ۱۱ : ۸۵)

غور کیا آپ نے کس طرح الفاظ بدل بدل کر اور مختلف طریقوں سے ایک ہی حکم کو بار بار دہرایا ہے تاکہ کلمہ گو مسلمان خوب ذہن نشین کر لیں کہ ترازو اور پیمانے کی خرابی ناانصافی کے برابر ہے اور کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ ایسے جرم کا ارتکاب کرے۔

اللہ بزرگ و برتر کی یہ تنبیہ آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے :

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ —

"خرابی اور بربادی ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب دوسرے لوگوں کو ناپ تول کر دیں تو کم دیں۔ کیا انہیں اس بات کا خیال نہیں کہ (قیامت کے) بڑے دن اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے۔" (المطففین ۸۳ : ۱ تا ۴)

Marfat.com

(۴۰) کسی کو قتل نہ کرو

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط

"کسی شخص کو قتل نہ کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ (جس کا حکم شریعت نے دیا ہے) (الانعام ۶ : ۱۵۱)

کسی انسان کا دوسرے انسان کے ہاتھوں مارا جانا اسلامی شریعت نے حرام کر دیا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ کسی جرم کی سزا میں حکومت کی طرف سے سزائے قتل دی جائے۔ جس کی وضاحت اس آیت میں کر دی گئی ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا۔ "اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے۔ تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے"۔ مگر اس کے ساتھ ہی فرما دیا" اسے چاہیئے کہ قتل کے بدلہ میں زیادتی نہ کرے۔" (النساء ۴ : ۹۲) —— ایک مسلمان کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان کا قتل اسلام کے اندر تصور سے باہر ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ کی گواہی ہے :۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً ج ۔" اور کسی مومن کے شایاں نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے۔ مگر غلطی اور بھول سے۔ اور جو بھول کر بھی قتل کر دے تو اس کے فدیہ میں ایک غلام مسلمان کو آزاد کرے۔ اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے۔ الّا یہ کہ وہ معاف کر دیں" — آگے چل کر فرمایا" اور جس شخص نے کسی مسلمان کو دانستہ قتل کر دیا۔ اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ گرفتار رہے گا۔ اور اس پر غضب الٰہی ہوگا۔ اللہ کی لعنت ہو گی (رحمت سے محرومی) اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار کیا گیا ہے۔" (البقرہ ۲ : ۹۲ و ۹۳)

اسلامی شریعت نے ایک مسلمان کی جان، مال، اور آبرو کو ہر شے سے زیادہ واجب الاحترام قرار دیا ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کی سزا شدید ترین مقرر کی ہے۔ حضور رحمت عالم (فداہ ابی و امی) نے فرمایا۔ "جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حد تک احتیاط واجب قرار دی "کہ کسی مسلمان کی طرف کسی تیز دھار آلہ سے اشارہ بھی نہ کرو۔"

Marfat.com

مسلم اکادمی۔ لاہور

اہم مطبوعات

طبِ نبوی

اپنے موضوع پر اردو ادب میں ایک منفرد کتاب جو صحت، حفظانِ صحت، بیماری اور بیماری کا فلسفہ، علاج معالجہ، معالجات نبوی، حضورؐ کی اغذیہ اور دوسرے متعلقہ عنوانات پر احادیثِ نبوی کا ایک جامع اور مکمل مجموعہ ہے ملک کے تمام مقتدر اخبارات و رسائل اس پر شاندار تبصرے لکھ چکے ہیں — (جلد دو رنگہ گرد پوش ہدیہ ساڑھے چار روپیہ)

اربعین نووی

مشہور محدّث حضرت امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی منتخب چالیس احادیث کا مجموعہ۔ جس میں عقائد و اعمال۔ اخلاق و عبادات اور مختلف مسائل حیات سے متعلقہ احادیث موجود ہیں۔

"اربعین نووی" کا مقدمہ پورے اہتمام کے ساتھ نہایت مبسوط اور جامع طور پر مرتب کیا گیا ہے۔ علم حدیث کے عام شائقین کالجوں کے طلباء اور عوام و خواص کے لئے "اربعین نووی" ایک بہترین تحفہ ہے۔ (ہدیہ صرف ایک روپیہ ساٹھ پیسے)

اشاریہ تفسیر ماجدی

مشہور زمانہ تفسیر ماجدی کی ساتوں جلدوں کا مکمل انڈکس جس میں تمام الفاظ و مضامین اور اسماء و اماکن کے حوالے موجود ہیں۔ لکھائی چھپائی اور سائز مطابق تفسیر ماجدی ہدیہ صرف تین روپیہ۔

Marfat.com